اِنکشافات

مشتاق احمد نظامی

مکتبہ پاسبان، الہ آباد

نسیمِ رحمت

نونہالان اسلام کے لئے دینیات کا عمدہ و معلوماتی نصاب جس کو حضرت علامہ نظامی صاحب مدظلہٗ العالی نے سلیس و عام فہم انداز میں سوال و جواب کے دلکش و شگفتہ طرز پر مرتب فرمایا ہے۔ "نسیم رحمت" لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ملک کے بیشتر مکاتب اسلامیہ میں داخل نصاب ہے۔ ایک عرصہ کے بعد اس کا تازہ ایڈیشن نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ تاجرین کتب اور دینی مدارس کے اساتذہ و منتظمین پہلی فرصت میں اپنا گراں قدر آرڈر روانہ فرمائیں۔ تینوں حصے کی قیمت: چار روپے پچاس پیسے۔

فردوسِ ادب

تاجدار علم و ادب، شہنشاہ خطابت حضرت علامہ **مشتاق احمد** صاحب نظامی مدظلہٗ العالی کی دینی و فکری کاوشوں کی عظیم شاہکار "فردوس ادب" جو اردو زبان کی موجودہ تمام نصابی کتابوں میں اپنی گوناگوں خصوصیات اور امتیازی خوبیوں کی وجہ سے پورے ملک میں نہایت مفید، گرانقدر اور منفرد نصاب تسلیم کیا جا چکا ہے۔ مدارس اسلامیہ اور دینی مکاتب کے مدرسین و اساتذہ کے شدید و مسلسل تقاضوں پر "فردوس ادب" کا نہایت تازہ و خوبصورت ایڈیشن تیار ہے۔ چاروں حصے کی قیمت: 5/50

دونوں کتابوں کیلئے ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں:

مکتبہ پاسبان، کاشانۂ خواجہ — الہ آباد ۳، ۔

انکشافات

یعنی

اعلیٰحضرت بریلوی کا حقہ شریف" نامی بدنام و رسوا کتاب کا

تحقیقی جواب

حوالہ جات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی کتاب
جس سے پراگندہ ذہنوں کا دماغ دھل جائیگا

مؤلفہ

خطیب مشرق ایڈیٹر پاسبان حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی
مہتمم دارالعلوم غریب نواز۔ الہ آباد و صدر سُنّی تبلیغی جماعت

زیر اہتمام دارالمصنفین، الہ آباد ۳

ناشر: انوار احمد نظامی، مکتبہ پاسبان، الہ آباد ۳

قیمت: چھ روپئے۔ Rs. 6-00

نیشنل آرٹ پرنٹرس الہ آباد

نذرِ عقیدت

ایک گوشہ گیر درویش، خلوت نشین عابد شب زندہ دار، بحر علم کا درِ شاہوار، آسمان علم و حکمت کا بدرِ کامل، چمنستان زہد و تقویٰ کا مسکراتا پھول، شریعت و طریقت کا سنگم، مسندِ درس و تدریس کا مجاہد اعظم جن کی نیک و پُرخلوص دعائیں ہمیشہ ہمارے شریک حال ہیں جس سے مراد استاذ العلماء جلالۃ العلم، سید المدرسین، تاج العارفین، حافظ ملت حضرت مولانا الحاج حافظ **محمد عبد العزیز** صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارکپور ہیں۔ نوک قلم کے بکھرے ہوئے موتی انھیں کے قدموں پر نچھاور ہیں۔

زِ چشمم آتشیں بردار و گوہر را تماشہ کن

خاکپائے حبیب

مشتاق احمد نظامی

مہتمم دار العلوم غریب نواز۔ الہ آباد
و صدر سنی تبلیغی جماعت

ہدیۂ پُر خلوص

ناصر مسلک اہلسنت جناب حاجی محمد اسماعیل صاحب رضوی
بیڑی مرچنٹ، تمسر

برادر مشفق جناب سیٹھ محمد ابراہیم صاحب لکڑے والے، بمبئی

برادر دینی جناب حاجی محمد ہاشم صاحب ناظر فرنیچر مارٹ و ممبر مجلس شوریٰ دار العلوم "غریب نواز" الہ آباد

محترم مخلص جناب حاجی عبد الرزاق صاحب صدر مدرسہ انوار العلوم
سکندرہ ضلع الہ آباد

کی خدمت میں ہدیۂ پُرخلوص ہے ـــــ

مشتاق احمد نظامی
مہتمم دار العلوم غریب نواز- الہ آباد
و صدر سُنی تبلیغی جماعت

انتساب

میں اپنی قلم برداشتہ تحریر کو مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ
عارف باللہ، شہیر عرب و عجم، اعلیٰحضرت
سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
بارگاہ میں نذر گزارنے کو سعادت و نجات کا ذریعہ
اور کامیابی و کامرانی کا وسیلہ تصوّر کرتا ہوں!

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

مشتاق احمد نظامی
مہتمم دارالعلوم غریب نواز الٰہ آباد
وصدر سنّی تبلیغی جماعت،

۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۰ھ

من خوب می شناسم پیرانِ پارسا را

واقف ہیں خوب آپ کے طرزِ جفا سے ہم
اظہارِ التفات کی زحمت نہ کیجئے

اپنے کفریات اور سیہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقہ سے اب پناہ طلب کی جارہی ہے "گویا یہ ایک نئی تکنک ہے" تاکہ حقّہ کی ایک نئی بحث چھڑ جانے کے بعد حفظ الایمان تحذیر الناس، براہین قاطعہ وغیرہ کی کفری عبارات سے لوگوں کی توجہ ہٹ جائے۔ اور عوام ایک نئی بحث میں اُلجھ جائیں آیا سیدنا امام احمد رضا کا حقہ ٹھاٹھدار تھا یا مولوی قاسم نانوتوی کے والد شیخ اسد علی کا حقہ گھٹیا درجے کا تھا۔

فاضل بریلوی کا حقہ ترتراتا تھا یا شیخ اسد علی کا حقہ گڑگڑاتا تھا پھر یہ بھی سوال ہوگا کہ سیدنا امام احمد رضا نے دیوبند کی چلم کیوں استعمال کی اور شیخ اسد علی نے بریلی شریف کا نیچہ کیوں پسند کیا ۔۔۔؟ اور مولوی قاسم نانوتوی جب اپنے والد کے حقّہ کی چلم بھرتے تو آگ کوئلے کی ہوتی تھی یا اُپلے کی، اور وہ اُپلے کس جانور کے گوبر سے تیار ہوتے تھے ۔۔۔؟ اب اگر آپ کی مرضی یہی ہے تو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ اس میدان میں بھی اپنے کو آزما دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ حقہ کے دامن میں پناہ ملی یا نہیں؟

کیوں میری محبت کو یہ پتھر سمجھتے ہیں یہ لوگ
کیوں اتنے پریشاں ہیں شیشے کے مکاں والے

نظامی

مُلاحظہ فرمایئے .... اپنی آنکھ کا شہتیر

"حضرت مولانا قاسم نانوتوی .... کے والد شیخ اسد علی حقہ پیتے تھے، جب ضرورت ہوتی فرماتے "بیٹا قاسم حقہ بھر لے"۔ مولانا کی یہ حالت تھی کہ فوراً تعمیل فرماتے باوجود اس کے کہ مرید اور شاگرد سب موجود تھے مگر کچھ پرواہ نہ ہوتی اگر کوئی کہتا بھی تو فرماتے کہ "یہ تمہارا کام نہیں یہ میرا کام ہے"۔"

(افاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۵۴ ۔ سطر ۱۷)

اپنے گھر کی خبر لیجئے!

"حُقّہ پینا، تمباکو کھانا درست ہے"

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۳۰، سطر ۱۰)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

اسد! بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

اس یقین کے باوجود کہ یہ کچھ ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب ہی دیا جائے، پھر بھی جناب ٹانڈوی صاحب جو بقلم خود، فاضل علوم رضاخانیت، فاتح رضاخانیت، رضاخانیوں کے وفادار دوست ہیں ان کی مضحکہ خیز کتاب "اعلیحضرت بریلوی کا حقہ شریف" جو من و عن ہفوات و خرافات کا خلاصہ و نچوڑ ہے، اس کا مدلل و تحقیقی جواب ہدیۂ ناظرین ہے۔ محض اس خیال سے کہیں عوام کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں اور بقلم خود فاضل من الفضول کو ڈبل مالیخولیا نہ ہو جائے کہ مرے ترکش کا یہ وہ تیر ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔

یہ کتاب میں نے خریدی نہیں بلکہ بذریعہ ڈاک کنز العلوم سے مجھے بھیجی گئی ہے روز اول میں نے یہ سمجھ لیا کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔ چنانچہ جب بھی میں نے غور کیا تو ذہن نے اپنا یہی فیصلہ دیا کہ منہ لگانا اچھا نہیں ہے اسی لئے ھباءً منثورا سمجھ کر میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔

لیکن پورینہ کے ایک سفر میں شہزادہ سمنان وکچھوچھہ مخدوم ابن مخدوم حضرت مولانا سید اظہار اشرف میاں صاحب قبلہ ولیعہد آستانہ عالیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ اور طوطی بہار پیرزادہ مولانا ابوالعلاء صاحب نے مجھ پر اپنی محبت کا دباؤ ڈال کر اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ بالکل خاموشی مناسب نہیں۔ چنانچہ گوشۂ ذہن میں یہ بات محفوظ تھی بحض بعض حوالجات کی تفتیش وتطبیق میں کچھ وقت لگا ورنہ یہ بالکل قلم برداشتہ جواب ہے جو میرے چند گھنٹے کی کاوشوں کا نتیجہ ہے!

ع - اے نگاہِ یار تیرا شکریہ

کتاب کے مطالعہ سے پہلے ناظرین کا یہ جان لینا ضروری ہے کہ " اعلیٰحضرت بریلوی کا حقہ شریف " نامی کتاب کی اشاعت کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

دوستو! پس پردہ جو ذہن کام کر رہا ہے وہ یہ کہ عوام کی نظر دیوبند اور بریلی کے اُصولی وکلیدی مسائل سے ہٹا کر چند فروعی مسئلوں میں اُلجھا دیا جائے مثلاً حُقہ تُکا، لائی گٹا - چادر گاگر، کوّا پوکھر - حلوہ زردہ، لکڑی سردہ " تاکہ کچھ دنوں بعد مسلمان یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ بریلی اور دیوبند کا اختلاف بس ان باتوں پر موقوف ہے کہ بریلوی جب یہ کہتے ہیں کہ سیدنا امام احمد رضا کا حُقّہ تڑتڑاتا تھا تو دیوبندی اس کی مخالفت میں یہ کہتے ہیں کہ مولوی قاسم نانوتوی کے والد شیخ اسد علی کا حقہ گڑگڑاتا تھا۔

ایسے ہی جب اہلسنّت گیارہویں شریف کی بریانی، شبرات کا حلوہ، عید کی سیوئیں، چھٹی رجب کا زردہ، عشرۂ محرم کا کھچڑا کھاتے ہیں تو دیوبندی

حضرات دیوانی کی پوڑی کچوڑی اور کوّے کی ٹانگ نوچتے ہوئے اپنے دستر خوان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ سنّی کہتے ہیں کہ ہمارے دستر خوان کا پلاؤ زردہ بہت عمدہ ہے تو دیوبندی کہتے ہیں، جی نہیں کالا کوّا بہت مزیدار ہے۔ اسلئے شبانہ روز کی کاوشوں اور جستجوئے کامل کے بعد جناب کے ہاتھ آیا تو بریلی شریف کا حُقّہ۔ چنانچہ سنایہ گیا ہے کہ جناب نے جب بڑے بچکے توڑے کے ساتھ اسے دیوبند کی محفل میں پیش کیا ہے تو سب سے پہلے لوگوں نے وضو کیا۔ پھر حسب ترتیب زیارت سے مشرف ہو کر حقّہ بوسی کی سعادت حاصل کی۔ البتہ اس کی تحقیق نہ ہوسکی کہ بریلی کا نیچہ ہاتھ میں پکڑتے اور ہونٹوں سے لگاتے وقت کچھ پڑھا تھا یا نہیں، چنانچہ رسم زیارت کے بعد حقّہ اس ہدایت کے ساتھ کنز العلوم والوں کو واپس کردیا گیا کہ اسے بطور تبرک انتہائی احتیاط و حفاظت سے مولوی نور محمد صاحب کے مقام خاص[۵۱] میں رکھا جائے۔ چنانچہ اعلحضرت بریلوی کا حقہ شریف آں بدولت اپنے ہر سفر میں بڑے تزک و احتشام سے لے کر چلتے ہیں اور بعد تقریر تمام دیوبندیوں کو اس کی زیارت کراتے ہیں۔ البتہ جب اصل حقہ لے جانے میں آپ نے زحمت محسوس کی تو تاجرانہ انداز میں آپ نے اس حقّہ مبارکہ کی تصویر چھاپ دی، تاکہ مارکیٹ گرم ہوجائے۔

اگر کتاب کے سرورق پر اعلحضرت بریلوی کے حقہ شریف" کی تصویر نہ ہوتی

---

۵۱ حقہ مشہ پر جناب رقمطراز ہیں کاش اعلحضرت اپنے اس مقام خاص کی کچھ بھی نقاب کشائی کرتے حقہ میں یہ خط کشیدہ عبارت ہے۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا۔

تو اس کتاب کو کون پوچھتا؟ چنانچہ آپ اس تصویر کو دکھا دکھا کر فروخت کرتے ہیں اور دیوبندی بطور تبرک اسے خرید کر باعث خیر و برکت سمجھ کر اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔

سنا ہے ـــ ٹانڈوی صاحب خود بھی اپنی تقریروں میں لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ دیکھو یہ اعلحضرت بریلوی کا حقہ شریف ہے ـــ! اس کی بے حرمتی نہ ہونے پائے، صبح اٹھ کر بطور فال نیک اس کی زیارت کرنا اور خداوند قدوس سے جو کچھ مانگنا ہو اس حقہ کے وسیلہ سے مانگنا، اس لئے آنجناب نے بھی صرف حقہ نہیں لکھا بلکہ "حُقّہ شریف"۔ چونکہ بزرگوں سے جو چیز منسوب ہو جاتی ہے خود اس میں بھی عظمت و شرافت اور بزرگی آ ہی جاتی ہے ـــ!

یہ بھی فاضل بریلوی کا کرم ہے، ان کے حقہ کی تصویر چھاپ کر ٹانڈوی صاحب اپنا پیٹ پال رہے ہیں۔ خداوند قدوس سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر رحمتوں کے پھول برسائے کہ اپنوں پر تو کرم رہتا ہی ہے، ان کے دشمن بھی ان کے فضل و کرم کی بہتی گنگا سے سیراب ہو رہے ہیں۔

ع ـ محبت بہتی گنگا ہے نہا لے جس کا جی چاہے

بے پر کی اڑان ملاحظہ کیجئے! "ستر باادب سوالات دینیہ ایمانیہ" کو جناب نے حرز جان بنایا لیکن "بشارۃ عظمیٰ" کی خبر تک نہیں۔

ایسے ہی جناب کو آج تک یہ بھی نہیں معلوم کہ "اصلاح بہشتی زیور" کا مصنف کون ہے؟ نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنی وحشت میں شیر بیشۂ اہلسنت

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام دھر گھسیٹا، اس کے باوجود بقلم خود فاضل علوم رضاخانیت ہیں۔

یہ منھ اور مسور کی دال، ابھی تو آپ کو ابجد کی خبر نہیں اور اتنے ہی میں فاضل بن بیٹھے۔

بے خبری میں اڑان کا تو یہ عالم ہے اگر کچھ شُد بُد ہوتی تو غالباً زمین پر قدم ہی نہ پڑتا۔ شبانہ روز کی کاوشوں کے بعد عبدالرحمٰن قاری کی بحث آئی تو خیانت کا یہ عالم کہ اس کے احوال ہی ہضم کر ڈالا تا کہ لوگوں کو اس کی ہوا تک نہ لگ سکے کہ یہ کس عبدالرحمٰن کا تذکرہ ہے۔ یہ ہے آپ کا انداز تالیف ع

تیر سیدھا کر لو پیارے کیسے تیر انداز ہو

مولوی منظور نعمانی جو اپنے عہد شباب میں بڑے دھوم دھڑا کے سے اٹھے تھے اور سیف یمانی لکھ کر اکابر دیوبند کی عبارات پر بیرسٹری کا حق ادا کرنے کی سعی ناکام کی دو ہی چار ٹھوکروں کے بعد لنگوٹ اتار بیٹھے اور چاروں شانہ چت ہو کر ہمیشہ کے لئے گوشہ تنہائی اختیار کر لی نہ وہ فاضل علوم رضاخانیت بن سکے نہ وفادار دوست، اور آپ کو تو صرف ابھی نتیجہ سازی کا اعزاز بخشا گیا ہے اتنے ہی میں آپ پڑھے لکھے کچھ نہیں نام مُلّا فاضل، بن بیٹھے۔ آپ اہلسنت کے وفادار تو نہیں البتہ دیوبند کے نادان دوست ضرور ہیں۔

سُنا ہے! اہلسنت کی مرکزی درسگاہ منظر حق ٹانڈہ کے سُلطان المقررین سند المدرسین، مناظر اہلسنت شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی نے اسے اپنے حق میں خطرے کا سگنل محسوس کیا ہے اور رئیس اعظم

قصبہ جلال پور جناب مولانا محمد یوسف کو بھی اندیشہ ہے کہ کہیں ان لوگوں کے حقہ تک جناب کی دست درازی ہوئی تو اس بڑھاپے میں ان کا کیا حال ہوگا۔

بہر حال حقہ سازی کر کے آپ نے از خود اپنے منصب کا اعلان کر ہی دیا۔
اب آپ کو سمجھنے میں لوگوں کو تامل نہ ہوگا۔

مناظر اسلام، عالم جلیل، مقرر گرامی مولانا محمد ایوب صاحب ٹانڈوی آپ کے تعارف کرانے سے سبکدوش ہوگئے۔ بس آپ کے تعارف میں حقہ دکھا دینا بہت کافی ہے۔ "اسے دیکھو اُسے سمجھو"

علماءِ اہلسنّت پر الزام تراشیوں اور گالیوں کی بوچھار

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر کی جس سے بات اُس نے شکایت ضرور کی
بلیک مارکیٹ ، اعلحضرت بریلوی کا یہ سب کچھ "دھوکا" "فریب" اتہام،
الزام، کذب، دروغ "کذب و اتہام کا سیاہ دھبہ" احسان فراموش" "غیر معمولی ٹھپائی
جوش" "چوبدار اسلام" گندم نما جو فروش" "محبت نما دشمنوں" شاطرانہ دماغ" چالاک
طبیعت" "عالمانہ داؤ پیچ" "زاہدانہ اتار چڑھاؤ" جعلی مہر" "بناوٹی چھاپ" "شکمی و
غیر شکمی اولاد" عیش و عشرت کے گلچھرے" تعیش کی مصرفانہ زندگی جلب منفعت"
حصول زر" شکم پروری" ایمان لیوا اداؤں" کافرانہ نگاہوں" سگ و شیر کی ملی جلی خصوصیات،
شکمی مقاصد" خانہ بدوش پیر" شیر بیشۂ بدعت" ڈراؤنے" خوفناک" "ایمان کے ٹھیکیداروں
تن و توش کی زیادتی" جیب دراز" طویل و عریض دامن، بیباکی" ڈھٹائی، اسلام کے
ٹھیکیدار" اپنے منہ میٹھو" جعلی پرمٹ" اختلاف" تضاد" ضد" فساد" بغض و عناد"
شیطان لعین کے ہمدوش" ہم نوش" اپنے فرقہ کے دونوں بڑے حضرت، اعلحضرت
کے رگ رگ میں چالاکی و ہوشیاری سمائی ہوئی ہے" عاشقانہ اداکاری" علم و عقل کا
افلاس" بدترین مورتیوں سے اعلحضرت کے مذہبی مندر کی کافی سجاوٹ و بناوٹ ہے"
زبانی دعوے" بناوٹی ڈھکوسلے" جہل صریح" عناد قبیح" ریشمی ڈوپٹہ" سنہرا گوٹہ
پھندنا" شیطان لعین کی شرکت و معیت میں مبتلا کر دیئے گئے" روزمرہ کا پیشہ"
شیطان لعین کے ہم پیالہ و ہم نوالہ" ہم نوش، ہم دوش" وغیرہ وغیرہ۔

انکشافات

علماء دیوبند کی کتابوں کے چند حوالے

نظر آتے ہیں پیراہن پہ دھبے خونِ بلبل کے
گلوں سے پھر بھی بوئے پاکدامانی نہیں جاتی ! اجمل

(۱) "حافظ ضامن صاحب ایک بار ندی پر شکار کھیل رہے تھے، کسی نے کہا حضرت "ہمیں" آپ نے فرمایا "کہ اب کے ماروں تیری"۔"

(ارواح ثلثہ تھانوی صہ ۲۲۳)

نوٹ ۔ جوبات کی، خدا کی قسم واہیات کی ۔ یہ تھے اساطین دیوبند ۔

(۲) تھانوی صاحب فرماتے ہیں ۔ "مرا واقعہ ہے کہ ایک کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گیا جس سے عصر کی اذان نہ سنائی دی اور بادل تھا روشنی کا اندازہ نہ ہوا اور اس بنا پر عصر کی نماز کا بھی وقت نکل گیا۔ مغرب کے وقت اپنے گمان میں عصر سمجھکر مسجد میں گئے"۔

(افاضات الیومیہ ج ۵ صہ ۳۸)

نوٹ ۔ واللہ کیسے پابند نماز تھے، مرغ نہ بولے تو سویرا ہی نہ ہو ۔ یہ تھے حکیم الامت !

(۳) "مرا عمل عزائم پر نہیں رخص پر ہے نفلیں کم پڑھتا ہوں کبھی نوافل بیٹھ کر پڑھ لیتا ہوں"۔ (افاضات الیومیہ ج ۱ صہ ۲۵۹)

(۴) "مولانا رفیع الدین صاحب فرماتے تھے، ایک دن میں مسجد میں حاضر ہوا، حضرت "نانوتوی" ہوئے جھوئے تناول فرمارہے تھے، فرمایا، آیئے ۔ میں نے عرض کیا۔ میرا تو روزہ ہے، پھر فرمایا آیئے، میں کھانے بیٹھ گیا۔"

(ارواح ثلثہ ص۳۴۲)

نوٹ ۔ سچ ہے نفل روزے میں خدا کی رضا جوئی اور خوشنودی تھی لیکن ہوئے کھانے میں پیٹ پوجا اور نانوتوی صاحب کی دلجوئی تھی، ہونا بھی چاہیئے گنگوہی صاحب کی نسبت سے سبھی کے چہیتے اور محبوب تھے۔

(۵) تھانوی صاحب فرماتے ہیں ۔" میں صبح کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ مرے گھر سے آدمی دوڑتا ہوا آیا، یہ خبر لایا کہ گھر میں کوٹھے کے اوپر سے گر گئی ہیں، یہ سنتے ہی فوراً نماز توڑ دی"

(اشرف المعمولات، مطبوعہ تھانہ بھون ص۱۴)

نوٹ ۔ بادل ہو تو عصر غائب، بیوی کوٹھے سے گرے تو سُنّت رخصت، نفل کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ یہاں کسی عبادت کی خیر نہیں، ہر طرف سے جیلی پرمٹ حاصل ہو چکا ہے۔

(۶) تھانوی صاحب فرماتے ہیں ــــ "میں دروازے پر کھڑے ہو کر یا راستے میں چلتے ہوئے کسی چیز کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتا۔ اگر کبھی اسلامی سلطنت ہو جائے تو زائد سے زائد میری شہادت قبول نہ ہو گی"

(افاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳)

نوٹ۔ اپنے مردود الشہادت ہونے کا فخریہ اعلان کیوں نہ ہو حکیم الامت ٹھہرے ــــ!

(۷) گنگوہی صاحب فرماتے ہیں۔ "سُن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میری اتباع پر"

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷)

نوٹ۔ قربان جایئے۔ اِحق قرآن و حدیث میں نہیں ہے بلکہ جو گنگوہی کی زبان سے نکلے حق وہی ہے اور نجات و ہدایت قرآن و سنت کی اتباع پر نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کی اتباع پر موقوف ہے۔ ع

بس ہو چکی نماز مصلےٰ اٹھائیے

سب کو بالائے طاق رکھیے۔ کنز العلوم کی سفارت بھی چھوڑ دیجیے ــــ ــــ اور غلیل لیکر کوّے کا شکار کیجیے اور پیٹ بھر کو اکھائیے بس اس میں گنگوہی صاحب کا بھر پور اتباع ہے۔ چونکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ فقہ میں۔ اس میں خالصاً گنگوہی صاحب ہی کی اتباع ہے۔ ہدایت و نجات کے لئے کوّے کا شکار بہت کافی ہے اور بازیگری تو دیکھیے

کچھ نہ ہونے پر تو یہ حال تھا کچھ ہوتے تو کیا ہوتا ـــــ!

(۸) "جن کو مولانا خلیل احمد نے تحریر فرمایا ہے .... واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے اور ان سب کو مذہب قرار دیا جائے"۔

(المہند ص۵)

نوٹ۔ "خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا" دیوبند کے حق میں یہ سولہ آنہ صحیح ہے کہ ان کا مذہب قرآن و سنّت نہیں ہے بلکہ مولانا خلیل احمد نے جو تحریر فرمایا ہے وہی انھیں کا دین و مذہب ہے۔ وصایا شریف کی عبارت کو منھ چڑھانے والوں سے اب یہ دریافت کرنا ہے کہ وہ اس عبارت پر اپنی بزم ماتم منعقد کریں گے یا عید غدیر کا اعلان کریں گے؟

(۹) "مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے کہا ـــ" واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھوکر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے"۔

(تذکرۃ الرشید حصہ اوّل ص۱۱۳)

نوٹ۔ چلئے ہر کام سے چھٹکارا ملا۔ اب روزہ، نماز، حج و زکوٰۃ کسی کی بھی ضرورت نہیں، پاؤں دھوکر پی لیجئے ورنہ تھانہ بھون جاکر قبر چاٹیے یا ایک مرتبہ کے دو چار مرتبہ قبر کو دھوکر پی لیجئے اور سیدھے بکٹٹ .... چلے جائیے۔ چھوڑیئے کمیشن والی تبلیغ و سفارت اچھا نسخہ ہاتھ آیا ـــ!

(۱۰) تھانوی صاحب فرماتے ہیں۔ "میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (بیوی صاحبہ) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو اُمید ہے کہ ان کو تکلیف

نہ ہوگی۔"   (تنبیہات وصیت صـ۲۰)

نوٹ۔ معلوم ہوا کہ خدا سے توکل واعتماد اُٹھ چکا تھا حاجت روا تو حضرت مُریدین تھے، سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت تو غربار اسلام کی خاطر ہے تاکہ اسی بہانے انھیں عمدہ اور لذیذ چیزیں کھانے کو نصیب ہو جائیں اس پر تو آپ حضرات برس پڑے۔ اب کہیئے تھانوی صاحب کی وصیت میں روپیہ بٹورنے کی اسکیم کیسی ہے؟

(۱۱) حالت بیداری کا ایک واقعہ سنیئے۔ "دیوان محمد یٰسین صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ چھتہ کی مسجد کے شمالی گنبد کے نیچے ذکر جہر میں مصروف تھا اور حضرت (نانوتوی) مسجد کے صحن میں اسی شمال جانب مراقب اور متوجہ تھے اور توجہ کا رُخ میرے ہی قلب کی طرف تھا۔ اسی اثنار میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں نے بحالت ذکر دیکھا کہ مسجد کی چہار دیواری تو موجود ہے مگر چھت اور گنبد نہیں بلکہ ایک عظیم الشان روشنی اور نور ہے جو آسمان تک فضا میں پھیلا ہوا ہے۔ یکایک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اُتر رہا ہے اور اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور خلفار اربعہ ہر چہار کونوں پر موجود ہیں وہ تخت اترتے اترتے بالکل میرے قریب آکر مسجد میں اُتر گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفار اربعہ میں سے ایک سے فرمایا کہ بھائی ذرا مولانا قاسم کو بلالو، وہ تشریف لے گئے اور مولانا کو لیکر آگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مولانا مدنی کا حساب الیٹے۔ عرض کی حاضر ہے اور یہ کہکر حساب بتلانا شروع کیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی و مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا مولانا اب اجازت ہے۔ حضرت نے عرض کی جو مرضی مبارک ہو، اس کے بعد تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظر آیا"۔

اشرف التنبیہ صہ ۸۸ و ۸۹۔ روایت ۴۵)

نوٹ۔ چلئے دوسرا نسخہ ہاتھ آیا! مدارس عربیہ اتر پردیش کے رجسٹرار صاحب اگر کنز العلوم کے معائنہ کی غرض سے پہنچیں تو بس اتنا کہدینا کافی ہے کہ رجسٹرار صاحب آپ زحمت نہ فرمائیں "آسمان سے تخت اتر چکا ہے" ہم لوگ دھیلے دھیلے پائی پائی کا حساب دے چکے ہیں۔ اب آپ لوگ نہ تو پبلک کو حساب دیجئے اور نہ ہی انسپکٹر مدارس عربیہ کو چونکہ حساب کے لئے آسمان کا تخت نورانی بہت کافی ہے۔

حساب کے لئے پاپڑ بیلنے کی ساری زحمت تو منظر حق کے شیخ الحدیث حضرت علامہ اعظمی یا اُن کے رفقا رکار مولانا محمد طیب صاحب، مولانا قدرت اللہ مولانا محمد اسحاق صاحب اور حافظ ریاض الدین صاحب کے سر ہے۔ آنحضرت کے لئے تو تخت نورانی کافی ہے۔

ذرا شوخیٔ تحریر کا گستاخانہ انداز تو دیکھئے کہ رسول کریم نے خلفار راشدین کو بھائی کہہ کے مخاطب فرمایا۔ بھائی چارگی کو رواج دینے کا یہ کیسا پُر فریب طریقہ ہے۔

اور اُس کا شہر کے اُلّو گھامڑ کو دیکھیے کہ یہ جانتے ہوئے کہ یہ رسول خدا ہیں اور اُن کی معیت میں خلفاء راشدین ہیں نہ تو تعظیم کے لیے کھڑا ہوا۔ نہ سلام کیا اور نہ قدم بوسی ہوا۔ یہ تو جب ہوتا کہ آداب نبوت کی تعلیم دی گئی ہوتی ہُبت بنا بیٹھا رہا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھتا رہا۔

البتہ اس نوع کا ادب ٹانڈوی صاحب کے لئے ضرور سکھایا گیا تھا چنانچہ شیخ الاسلام نمبر کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

"جس دروازہ سے آپ (مولانا حسین احمد صاحب ٹانڈوی) داخل ہوتے تھے اس کے اندر بائیں جانب ایک کھونٹی نصب ہے اسمیں بید ٹانگ دیا جاتا۔ طلباء جمال جہاں آراء دیکھتے ہی تادیباً کھڑے ہو جاتے اور سلام کرتے۔"

(شیخ الاسلام نمبر ص۳، کالم ۳)

اپنے علماء کے لئے تو قیام تعظیمی درست ہے لیکن قیام میلاد پر ایک ملک گیر ہنگامہ و ڈرامہ ہے۔

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

(۱۲) "شیخ سعید تکروتی کہتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور مجھ سے کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ہیں اور ایک عالم ہندی خلیل احمد نام کا انتقال ہو گیا ہے ان کے جنازہ کی شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص۳۰۲)

نوٹ۔ فرمایئے ملفوظات جلد دوم ص ۲۲ کی اس عبارت پر جس میں مولانا برکات احمد علیہ الرحمۃ کی نماز جنازہ کا تذکرہ ہے اس پر چراغ پا ہونیوالے اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ رسول خدا کے سوا کسی نے نماز جنازہ پڑھائی یا نہیں، حضور امام تھے یا مقتدی ہے؟ ص ۲

ماھو جوابکم فھو جوابنا۔ آخر ش اس خواب کے تذکرے کا مقصد کیاہے حضور کی شرکت یا عدم شرکت؟

(۱۳) " یکے از اکابر طریق ایں فرمود کہ اگر حق جل وعلا در غیر کسوت مرشد من تجلی فرماید ہر آئینہ مرا با و التفات در کار نیست یعنی ہمارے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے فرمایاہے کہ اگر اللہ تعالی میرے مرشد کے سوا کسی اور کی شکل میں ظاہر ہو تو میں اس کی طرف ہرگز توجہ بھی نہیں کروں گا"۔ (صراط مستقیم ص۱)

نوٹ۔ فرمایئے کیا ہوا وہ آپ کا زعم باطل، خدا کے سوا کسی اور کو نہ مانو اس سے بڑھ کر پیر پوجا اور شخصیت پرستی کی کیا اور بھی مثال ہو سکتی ہے۔ تقویۃ الایمان بھی آپ کی اور صراط مستقیم بھی آپ کی یہ تضاد کیسا؟

(۱۴) " حضرت مولانا محمد یعقوب نے یہ سنکر فرمایا کہ اگر مجھکو یہ معاملہ پیش آتا تو میں یہ کہتا کہ اگر تم شیطان ہو تو کیا ہوا نسبت تو اب بھی قطع نہیں ہوتی اس لئے کہ شیطان بھی تو انھیں کا ہے"۔

(افاضات الیومیہ ج ۴ ص ۵۴۴، وارواح ثلثہ تھانوی ص ۳۳۲)

نوٹ۔ معلوم ہوا دیوبندی صاحب نسبت کو شیطان سے بڑا گہرا ارادتانہ

تعلق ہے گویا شیطان ہونا کوئی معیوب نہیں بس اس کا صاحب نسبت ہونا بہت کافی ہے۔

دیکھئے آپس میں کیسا خلا رملا رہے اور کیوں نہ ہوا ایک گروہ کا سردار و امام شیطان ہے اور دوسرے فرقے کے اس کے چھوٹے بھائی یہ حضرات! دونوں صاحب نسبت ہونے میں مساوی و برابر ہیں۔

آغاز کتاب سے بیشتر چند حوالے محض اسلئے دیدیئے گئے تاکہ ناظرین کا ذہن دیوبند مکتبۂ فکر کو اچھی طرح سمجھ سکے کہ ان کا عقیدہ کن خرافات کا مجموعہ ہے حقہ کے نام پر اٹانگ تشانگ ہانک دینے سے کام نہیں بنتا تنقید و تبصرہ کے لئے صحیح مطالعہ اور شعور و سلیقہ چاہیئے۔ قلم کی پختگی اور ہے اندرا اپنی یادہ گوئی سے سستی شہرت کمانا یہ دوسرا فن ہے۔

ہم سے وہ اڑ کے جائیں گے ایسے کہاں کے ہیں
دشمن کے ہتھکنڈے ہیں ہماری نگاہ میں

لہٰذا معلوم ہوا کہ جب دیوبند کی نظر میں شیطٰن صاحب نسبت ہو گر دیوبندیوں کا بھائی برادر ٹھہرا تو نانوتوی صاحب حقہ نوشی کے وقت اسے ضرور اپنا ہم جلیس بناتے ہوں گے اور جناب احمد علی صاحب کے ایک کش کے بعد ان کا صاحب نسبت برادر شیطان دوسرا کش لگاتا رہا ہوگا۔ ایسے ہی کھانے سے پہلے آپلوگ بھی اپنے بھائی شیطٰن کو ضرور پوچھتے ہونگے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چھوٹا بھائی کوا اور کبوتر کھائے اور اسکا بڑا بھائی شیطٰن، بھوکا پیاسا رہ جائے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں آپلوگ شیطٰن کے نسبتی بھائی ہیں جبھی تو اس نے اپنا سارا کام آپلوگوں کے سپرد کر کے خود سبکدوش ہو گیا اب وہ چین کی بانسری بجا رہا ہے

خیانت

ع ۔ کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

"مولوی حشمت علی نے اپنی غیر مقبول و غیر مفید کتاب اصلاح بہشتی زیور کے مضامین کے اشتہار میں جو کچھ لکھا ہے وہ دراصل اعلیحضرت کے دین و مذہب کا عصارہ و خلاصہ ہے۔"

(حقہ ص۱۴)

یہ جناب کے ہیں طرارے و شرارے، آں بدولت کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اصلاح بہشتی زیور کا مصنف کون ہے؟ ع

وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے

آپ کو تو جلم کے کوئلے سے اپنا نامۂ عمل سیاہ کرنا ہے اس تجسس و تلاش کی کیا ضرورت کہ یہ وہی مولوی حشمت علی ہیں جنھیں دیکھکر موزاوان ضلع اناؤ میں اوسان خطا کر گئے تھے یا یہ اور کوئی دوسرے مولوی حشمت علی ہیں ——؟

مہربانی کرکے بس بریلیوں کا حقہ بھریئے۔ کتابیں لکھنا چھوڑ دیجئے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ آپ کے بس کا روگ نہیں ہے۔

بقول خود آنجناب کہ یہ حقہ آپ کی شبانہ روز کاوش اور جستجوئے کامل کا نتیجہ ہے۔ جب شبانہ روز کاوش اور جستجوئے کامل کا یہ حال ہے کہ اصلاح بہشتی زیور کے مصنف تک سے بے خبری ہے تو جستجوئے ناقص کا کیا عالم ہوگا؟

ایک حقہ تیار کرنے کے لئے جناب نے رات دن ایک کر دیا اور جستجوئے کامل کی ساری صلاحیتیں وقف کر دیں پھر بھی یہ نہ پتہ چل سکا کہ اصلاح بہشتی زیور محسن کی ہے

جناب آپ پر تو شیر بیشۂ اہلسنّت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا "ہوّا" سوار ہے، نام نظر آیا اور حواس باختہ ہوئے، عقل رخصت اور سوجھ بوجھ غائب ——— آپ کے حق میں یہی مشورہ ہے کہ آپ اپنا وہی پُرانا پیشہ اختیار کیجئے ——— "یعنی کنز العلوم کی سفارت"

بریلویوں کے حقہ کا نیچہ باندھنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ سیدنا امام احمد رضا کا تڑ تڑاتا ہوا حقہ ہے۔ گڑ گڑاتا ہوا نہیں!

ہاں اگر سفارت سے جی بھر گیا ہے اور نیچہ سازی ہی کرنی ہے تو باضابطہ ونیچ دوکان سجائیے پھر دیکھئے آپ کے بالاخانے پر کتنے نیچے بھیجے جاتے ہیں!

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

عبدالرحمٰن قاری کی بحث

"سہو کتابت کا افسانہ"

نوک خنجر کی عبارت آپ پڑھئے تو سہی
خون کے دھبے بتائیں گے کہ قاتل کون ہے؟ } اجمل

حقہ ص۲۶ کی ایک سرخی ملاحظہ کیجئے۔

"اعلیٰحضرت بریلوی نے ایک مقدس صحابی کی تکفیر کی" (حقہ ص۲۶)

اس کے زیر عنوان ملفوظات کی ایک ادھ کٹی عبارت آپ نے نقل کی۔

ملاحظہ فرمائیے، بحوالہ حقہ۔

(۱) "ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا...... اسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا"

(ملفوظات ص۳۳ ج ۲، بحوالہ حقہ)

اب ملفوظات سے سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے!

(۲) "ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا، چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا اسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا"

(۳) اب تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

ملفوظات حصہ ۴ جلد ۲

عبدالرحمن بن عبدالقاری الخ (تہذیب التہذیب صـ۲۲۳ ج ۶، حقہ ۴۴)

عبدالرحمن بن عبدالقاری الخ (تقریب التہذیب نولکشوری صـ۲۱۵۔ حقہ ۴۴)

غور فرمایئے! ملفوظات میں جہاں یہ ہے کہ عبدالرحمن قاری کہ کافر تھا اسی سے بالکل متصل وملحق اس کی صراحت ہے کہ وہ عبدالرحمن اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا۔ چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔" جس سے صاف ظاہر ہے کہ ملفوظات میں اس عبدالرحمن کا تذکرہ ہے جو دشمن رسول اور باغی نبوت تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر حملہ کیا اور چرواہے کو قتل کیا اور اونٹوں کو لیکر بھاگ گیا۔

اب حقہ فروش سے کون دریافت کرے کہ اس عبارت کے یہ تینوں ٹکڑے آنجناب کیوں ہضم کر گئے۔ ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

آپ کا مدعیٰ تو بس یہ ہے کہ کسی طرح کھینچ تان کے اعلیحضرت فاضل بریلوی پر اہانت صحابی کا الزام لگا دیا جائے۔ معاذ اللہ کلیجہ کانپ رہا تھا کہ اس کی صراحت کے بعد مقصد پورا نہ ہوگا۔

اب علم دوست ومنصف مزاج حضرات سے میری گزارش ہے کہ ٹانڈوی کا گریبان پکڑ کے جھنجھوڑیئے اور ان سے دریافت کیجئے کہ تھذیب التھذیب اور تقریب التھذیب میں جن عبدالرحمن کا تذکرہ ہے، کیا یہ وہی ہیں کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اونٹوں پر حملہ آور ہوئے تھے اور چرواہے کو قتل کر کے اونٹوں کو لے کر فرار ہو گئے تھے۔ تو کیا معاذ اللہ صحابہ کا یہی کردار تھا اور راویان حدیث ایسے

ہی ہوتے تھے ــــــ ملفوظات کی عبارت میں کتر بیونت اور خیانت کرکے توہین صحابہ کا الزام خود آپ نے اپنے سر لیا ہے گویا اس خیانت کے پردے میں اس کا ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں کہ راویان حدیث اور صحابہ بارگاہ رسالت میں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، ایسے بیباک و گستاخ تھے کہ وہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر حملہ کرتے اور چرواہے کو قتل کرکے اونٹوں کو لے کر بھاگ جاتے ــــــ

اگر ملفوظات کی اصل عبارت سے وہ تینوں ٹکڑے حذف کر دیئے جائیں تو اس کے سوا حاصل اور کیا ہوگا ــــ؟ یہ تو وہی ہوا "چاہ کن را چاہ در پیش" چونکہ آپ بد دیانتی سے بریلی کی طرف چلے تھے اس لئے قدم اٹھاتے ہی ہاتھ میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی پڑ گئی۔ لہٰذا اسے خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ملفوظات کی ادھ کٹی عبارت کے ساتھ تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب کی عبارت پیش کرکے آپ نے کھلم کھلا صحابہ کی توہین کی ہے ــــ اب اس ارتکاب جرم پر اپنے مفتی سے استفسار کیجئے کہ آپ کی سزا کیا ہے؟

ع خطا وار ان کو سمجھا تھا قصور اپنا نکل آیا

چونکہ نام اور کردار دونوں میں فرق ہے اس لئے کہ کردار غیر صحابی کا ہے اور نام عبدالرحمٰن ہے نہ کہ عبدالرحمٰن بن عبد القاری۔

حاصل گفتگو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس عبدالرحمٰن کا تذکرہ کیا ہے وہ کوئی اور تھا جس کو صحابی رسول حضرت

ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا ورنہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر قتل صحابی کا الزام آئیگا، الزام اعلیٰحضرت فاضل بریلوی پر نہیں بلکہ ایک صحابی پر آتا ہے۔

اب جبکہ بات آہی گئی ہے تو ناظرین کے طمانیت قلب کی خاطر ملفوظات کی پوری عبارت درج کی جاتی ہے تاکہ ذہن و فکر میں شک وارتیاب اور توحش و تشویش کا کوئی شائبہ تک نہ رہ جائے۔ چونکہ دیوبندیوں کے چھٹ بھیے اس بحث کو بڑی آب و تاب سے چھیڑتے ہیں اور بعض تو اسے اپنے ترکش کا آخری تیر سمجھتے ہیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ ملفوظات کی پوری عبارت قارئین کے سپرد کر کے فیصلہ انھیں کے ذمہ کردیا جائے۔ میرے اپنے خیال میں فیصلہ کا یہ آسان اور پسندیدہ طریقہ ہے۔ لیجئے اب اصل عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

ع۔ کہو اپنے گئے پر آج نادم ہم ہیں یا تم ہو؟

ملفوظات کی اصل عبارت

عرض۔ حضور کے زمانہ میں بھی تجدید بیعت ہوتی تھی؟

ارشاد۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ ابن اکوع سے ایک جلسہ میں تین بار بیعت لی۔ جہاد کو جارہے تھے۔ پہلی بار فرمایا۔ سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ تھوڑی دیر بعد حضور نے فرمایا۔ سلمہ تم بیعت نہ کروگے؟ عرض کی، حضور ابھی کرچکا ہوں۔ فرمایا ایضاً انھوں نے پھر بیعت کی۔ اخیر میں جب سب حضرات بیعت سے فارغ ہوئے۔ پھر ارشاد ہوا۔

سلمہ تم بیعت نہ کروگے ۔ عرض کی، یارسول اللہ میں دوبارہ بیعت کرچکا۔ فرمایا ایضاً پھر بھی ۔ غرضکہ ایک جلسہ میں سلمہ سے تین بار بیعت لی ۔ ان پر تاکید بیعت میں راز یہ تھا کہ وہ ہمیشہ پیادہ جہاد فرمایا کرتے تھے اور مجمع کفار کا تنہا مقابلہ کرنا ان کے نزدیک کچھ نہ تھا۔ (ایک بار عبدالرحمن فاری کہ کافر تھا، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا، چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا ۔ اسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا۔) سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی ۔ پہاڑ پر جاکر ایک آواز دی کہ یا صباحاہ ۔ یعنی دشمن ہے ۔ مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ کسی نے سُنی یا نہیں، کوئی آتا ہے یا نہیں ۔ تنہا اُن کافروں کا تعاقب کیا ۔ وہ چار سو تھے اور یہ اکیلے، وہ سوار تھے اور یہ پیادہ۔ مگر نبوی مدد اُن کے ساتھ، اس محمدی شیر کے سامنے سے اُنھیں بھاگتے ہی بنی ۔ اب یہ تعاقب میں اپنا رجز پڑھتے جاتے ہیں ——

"انا سلمہ ابن الاکوع والیوم یوم الرضع"

میں سلمہ ابن اکوع ہوں اور تمھاری ذلت وخواری کا دن ہے ۔ ایک ہاتھ گھوڑے کی کونچوں پر مارتے وہ گرتا ہے سوار زمین پر آتا ہے دوسرا ہاتھ اُس پر پڑتا ہے وہ جہنم جاتا ہے، یہاں تک کہ کافروں کا بھاگنا دشوار ہوگیا ۔ گھوڑوں سے اپنے اسباب پھینکنے لگے کہ ہلکے ہو کے زیادہ بھاگیں گے ۔ یہ سب اسباب ایک جگہ جمع فرماتے اور پھر وہی رجز

بڑھتے ہوئے ان کا تعاقب کرتے اور انھیں جہنم پہنچاتے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ کافر ایک پہاڑی پر ٹھہرے، اس کے قریب دوسری پہاڑی پر انھوں نے آرام فرمایا، دن ہونے پر اُتر کر چلے، وہ اسی طرح ان کے پیچھے اور وہی رجز، وہی قتل۔ یہاں تک کہ گرد اٹھی، یہ قتل کرتے کرتے تھک گئے، اندیشہ ہوا کہ مبادا کفار کی مدد آئی ہو، جب دامن گرد پھٹا تکبیروں کی آوازیں آئیں اور دیکھا کہ حضرت قتادہ مع دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین گھوڑوں پر تشریف لا رہے ہیں، اب کیا تھا کفار کو گھیر لیا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا۔ یعنی لشکر حضور کے سوار، جس طرح سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی لشکر اقدس کے پیارے ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بارگاہ رسالت میں اسد من اسد اللہ ورسولہ۔ اللہ و رسول کے شیروں میں سے ایک شیر۔ ان کو اس جہاد کی خبر ان کے گھوڑوں نے دی تھی، تھان پر بندھا ہوا چمکا، فرمایا واللہ کہیں جہاد ہے، گھوڑا کس کر سوار ہوئے۔ اب یہ تو معلوم نہیں کہ کدھر جائیں۔ باگ چھوڑ دی اور کہا جدھر تو جانتا ہے چل، گھوڑا اڑا اور یہاں سے آیا۔ اس عبدالرحمٰن فاری سے پہلے کسی لڑائی میں ان سے وعدۂ جنگ ہو لیا تھا، یہ وقت اس کے پورا ہونے کا آیا۔ وہ پہلوان تھا "یعنی عبدالرحمٰن" اس نے کشتی مانگی، انھوں نے قبول فرمائی۔ اس محمدی شیر نے خوک شیطان کو

ونٹ مارا، خنجر لے کر اس کے سینہ پر سوار ہوئے، اس نے کہا۔ "میری بی بی کے لئے کون ہوگا؟" فرمایا "نار"۔ اور اس کا **گلا کاٹ دیا**۔ سرکاری اونٹ اور تمام غنیمتیں اور وہ اسباب کہ جابجا کفار پھینکتے اور سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستے میں جمع فرماتے گئے۔ سب کو لاکر حاضر دربار انور کیا۔"

(ملفوظات جلد دوم صہ ۴۱، ۴۲، ۴۳)

میں نے حقہ سے حقہ فروش کی ادھ لٹی اور ملفوظات کی مکمل عبارت پیش کر کے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔ اب مقدمہ کی پوری دستاویز اور فائل ناظرین کے کورٹ میں حاضر ہے۔ مجھے یہاں پہنچکر اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہنا ہے۔

منصف مزاج ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ خود اپنے ضمیر کا فیصلہ طلب کریں کہ فقیہہ اعظم، وحید عصر، عارف باللہ، مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عرب وعجم کے مسلم دینی پیشوا ہیں — وہ کس عبدالرحمن کا ذکر فرما رہے ہیں ان عبدالرحمن بن عبدالقاری کا جو صحابی رسول وراوی حدیث تھے یا اس لٹیرے ڈاکو کا جو رسول کریم کے اونٹوں پر حملہ آور ہو کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ لے کر بھاگ گیا اور حضرت سلمہ وحضرت ابوقتادہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مشترکہ طور پر اس سے جنگ کی، جس سے اب سے پہلے بھی حضرت ابوقتادہ سے وعدۂ جنگ ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہ نے اس عبدالرحمن کو پچھاڑا اسکی چھاتی پر بیٹھے اور اس کا گلا کاٹ کر واصل جہنم کیا۔

عقل کے ناخن لیجئے اور ہوش کا دامن تھامئے، کہیں ایسا تو نہیں، نیچہ سازی کرتے عقل کا دیوالیہ ہو چکا ہے ——— آپ تو بس اِس ہیرے پھیرے میں ہیں کہ سیدنا امام احمد رضا پر خواہی نخواہی اہانت صحابی کا الزام لگ جائے۔

یاد رہے! یہ میں نے جو کچھ بھی سپردِ قلم کیا ہے محض ناظرین کی تسکین و طمانیت کی خاطر ورنہ وہ خود جس کے قلم سے اہانت رسول کا خون ٹپک رہا ہو اور جس خونخوار کے منھ سے استخفاف نبوت کی بدبو آتی ہو اُسے اِس مواخذہ کا حق ہی کب پہنچتا ہے؟

اب دنیا آپ کا ڈرامہ دیکھ چکی، مگر مچھ کا آنسو بہانے سے، دامن کا داغ نہیں چھٹے گا۔

اللہ اب زکام ہوا مینڈکی کو بھی
دعویٰ وفا کا بوالہوسوں کی زبان پر

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو گاؤں کا چودھری، بڑے بھیا، مرکر مٹی میں ملنے والا، ذرہ ناچیز سے کمتر، چمار سے ذلیل ——— (معاذ اللہ) لکھا اور کہا جائے اس پر نہ آپ کو شرم آئی نہ غیرت! اب اپنی کفریات و گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کی خاطر سادہ لوح مسلمانوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر عشق رسول کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ ملفوظات کی واضح اور صاف عبارت میں کتربیونت کرکے اسے ایک افسانہ بناکر مگرمچھ کے آنسو بہائے جارہے ہیں۔

یہ تو وہی مولوی عبدالشکور لکھنوی خارجی والی ٹرک ہے کہ مدح صحابہ کے پردے میں اہلبیتِ اطہار کو منہ بھر گالیاں دیں جس کے صلہ میں دیوبندیوں کے امام اہلسنّت بن بیٹھے۔

ایسے ڈالڈا ٹائپ اور بناسپتی مارکہ اماموں سے خدا پناہ دے، جب سخن گسترانہ بات آہی گئی ہے تو اپنے امام عبدالشکور سے متعلق ماہنامہ پیشوا دہلی کے اداریہ کا ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے۔ جو آپ کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا جس سے امام الوہابیہ کے محاسن خارجیت میں چارچاند بھی لگ جائینگے۔ ذرا خوب غور سے پڑھیے کہ ع

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

فتنۂ خوارج کا جنم لکھنؤ میں

"منشی عبدالشکور جو اپنے نام کے ساتھ حجۃ الاسلام اور امام اہل سنت وجماعت کے الفاظ خود لکھتے ہیں اور اپنے اخبار میں لکھوا کر شائع کرتے ہیں۔ یہ پہلے مرزا حیرت دہلوی مشہور منکر شہادت کے یہاں ملازم تھے اور کتاب شہادت کے مرتب کرنے والے حقیقتاً یہی تھے اگرچہ نام مرزا حیرت کا تھا، ان کا اخبار النجم لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے جس میں ردشیعہ کے علاوہ ایسے سوقیانہ مضامین شائع ہوتے ہیں کہ شرافت اور انسانیت ان پر لعنت بھیجتی ہے۔ میں نہ شیعہ ہوں اور نہ شیعی عقاید کو پسند کرتا ہوں، مگر حضرت علی کو گالیاں دینا

تو اسلام کی خدمت نہیں ہے۔ یہ خود کاشتہ حجۃ الاسلام اور خود ساختہ امام اہلسنت جن کے جسم میں یزیدی امیدوں کا شیطان لعین گھس گیا ہے اور جو امام اہلسنت کی بجائے امام خوارج زیادہ موزوں ہو سکتے ہیں حسب ذیل لکھتے ہوئے نہیں شرماتے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

(۱) "جناب امیر کی مجلس میں علانیہ فسق ہوتا تھا اور آپ اس کو مطلقاً روا رکھتے تھے"۔ (نعوذ باللہ)

(۲) "افسوس جناب امیر نے خلافت کی طمع میں ان ناگوار اور خلاف شرع باتوں میں کچھ بھی خیال نہ کیا اور علانیہ ظلم و فسق ہوتے دیکھ کر فخریہ اپنے کلام میں درج فرمایا جس خلافت کی ابتدا ان اُمور منہیہ سے ہو اس کے عواقب کا حال ظاہر ہے"۔ نقل کفر کفر نباشد

(النجم۔ شمارہ ۱۔ جلد ۱۲)

کیا حضرت علی کے متعلق ایسے خبیث الزام تراشیاں ابن ملجم کی ذریات کے علاوہ کسی دوسرے کا کام ہو سکتا ہے۔ (چند سطر بعد)

خوارج کا یہ گرد گھنٹال ابن ملجم کی زبان بن کر کیسی گستاخی کی جرأت کر رہا ہے اور سُنّی مسلمان اس دشمن اہلبیت کی خرافات پر صدائے احتجاج بلند نہیں کرتے۔ راجپال کی گستاخیوں پر فغاں سنجی کرنے والوں سے کھو کر اغیار کا گلہ فضول ہے۔ لکھنؤ میں عبدالشکور نامی خارجی موجود ہے

جو مولویت کے لباس میں ایسی دل آزار اور اشتعال انگیز تحریریں شائع کر رہا ہے کہ محب اہلبیت مسلمانوں کے دلوں میں ناسور پڑ گئے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ انسداد توہین مذاہب اور ملک معظم کی رعایا کے درمیان نفرت پھیلانے کے قوانین کس مرض کی دوا ہیں اور حکومت یوپی آگ کے انگاروں پر مسلمانوں کے لوٹنے کا تماشہ کب تک دیکھتی رہے گی اور عبدالشکور کو قانون کے حوالہ کرنے میں پس و پیش کیوں ہے؟ کیا حکومت کو اس وقت کا انتظار ہے جب پانی سر سے گزر جائے۔ بہر حال ضرورت ہے کہ حکام لکھنؤ قیام امن کے لئے ضروری کاروائی کریں اور مسلمانان ہند جلسے کر کے اس ناپاک اخبار کی ضبطی اور اس کے خلاف مقدمہ قائم کرنے کی درخواست کریں تاکہ اشتعال انگیز اور دل آزار خارجی حملہ کا جلد از جلد خاتمہ ہو۔"

(رسالہ "پیشوا" دہلی، ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ)

اہلِ دل اور اہل محبت نے تو یہ فرمایا ہے ؎

ہم عاصیوں کے واسطے جنت سے بڑھ کے ہے
اک ذرہ خاک پائے سگِ بو تراب کی

اس حوالے سے میرا مقصد عزیز حسن بقائی مدیر رسالہ "پیشوا" دہلی کے عقیدے کی تائید یا توثیق مقصود نہیں ہے بلکہ مولوی عبدالسلام لکھنوی جن سے آپ کا سنگھٹن ہے۔ ان کے والد مولوی عبدالشکور خارجی کی برہنہ تصویر پیش

کرکے آپ سے مطالبہ ہے کہ ان عبارتوں کو دیکھکر کبھی آپ نے مگرمچھ کے آنسو بہائے ہیں ۔

بوالہوس اور ادّعائے وفا
دانت یار یہ فقط دکھلانے کے

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کھلے بندوں الزام لگایا جائے اہلبیتِ اطہار کی توہین و تنقیص کی جائے مگر سب کو شیر مادر سمجھ کر جناب ہضم کر بیٹھے، سانس ڈکار تک نہ لی، اور عارف باللہ سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی جلالت شان اور ان کی عبقریت کو عرب و عجم، ہند و سندھ سبھی مانیں، ان کے خلاف عبارتوں میں کاٹ چھانٹ کرکے محض ان پر الزام لگانے کی خاطر عبدالرحمٰن کی روایت کو ایک افسانہ بنا ڈالا ـــــ

ملفوظات کی ادھ کٹی عبارت درج کرکے آپ نے خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے اس میں ہمارا کچھ نہیں بگڑا، آپ نے خود ہی اپنے خلاف ثبوت فراہم کردیا ہے۔

الزام تو ہمارے سر تھوپتے تھے کہ ہم لوگ دیوبندیوں کی عبارتوں میں کتر بیونت کرتے ہیں لیکن آج تک آپ کے بڑے چھوٹے اس کی شہادت نہ پیش کرسکے۔ البتہ ملفوظات کی ادھ کٹی عبارت پیش کرکے آپ نے پوری دنیائے دیوبند کو بے نقاب کردیا اور ہمارے ہاتھوں ایک بھاری بھرکم تلوار دے دی جس سے جناب ہی کی شہ رگ کاٹی جائے گی "بلکہ کٹ چکی ہے" ابھی تو میں نے آپ کو بہت ہلکا سا انجکشن دیا ہے ورنہ جونپور کے جلوس کیلئے

جوآپ کے پرانے ساتھیوں نے درخواست گزاری تھی اس کی چھپی ہوئی نقل میرے فائل میں محفوظ ہے، جب اس کو طشت از بام کیا جائیگا تب آپ کی بدبودار خارجیت کا بھانڈا پھوٹے گا لیکن میرا مزاج شخصی گفتگو کرنے کا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لئے میرے پاس فرصت ہے ورنہ خانقاہ رحمانی مونگیر کے طلبا نے وہاں کا پورا کچا چٹھا بذریعہ رجسٹری بھیجا تھا تاکہ اسے پاسبان میں شائع کردیا جائے لیکن میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا وہ ایسے ہی رکھا ہوا ہے مگر اس لئے نہیں کہ اسے شائع کیا جائے۔

ایسے ہی الخطوب المذیبہ یا بعض دوسرے لوگوں کے الگ الگ حالات لیکن ہمیں شخصیات سے کیا تعلق؟ ہمارے اور آپ کے اُصولی و بنیادی اختلافات ہیں اور بعض فروعی اور الاہم فالاہم کے تحت ہم بنیادی پر زیادہ زور دیتے ہیں تاکہ اختلافات ختم ہو جائیں اور مسلمان ابتلاء اور آزمائش کے جس نازک ترین دور سے گزر رہا ہے اسے مَن و تُو کے جھگڑوں سے نجات مل جائے۔ سچ جانیئے میں نے بہت ہی بادلِ ناخواستہ قلم اٹھایا ہے ——— ورنہ یہ حقہ پُھکا کوئی علمی بحث ہے ——؟ میں تو یہ جانتا ہوں کہ آپ نے میرا بھی وقت رائیگاں کیا اور اپنا بھی ضائع کیا۔

سُن لیجئے ہم نے اپنے آپ کو آسمان کی رہنے والی مخلوق نہیں سمجھا۔ آپ ہمیں ہماری خطاؤں اور غلطیوں پر مطلع کیجئے، خدا شاہد، جسے ہم خطا سمجھیں گے اس کے اقبالِ جرم میں ہم کوئی جھجک محسوس نہ کریں گے۔

اگر ہم نے ارتکاب جرم کیا ہے تو آپ کے سامنے نہیں کل خدا رقدیر

کے سامنے ہمیں جوابدہ ہونا ہے، وہاں کی شرمندگی یہاں کی شرمندگی سے کہیں زیادہ تشویشناک ہے —— اور یہاں تو محض شرمندگی کا احساس ہے لیکن وہاں تو قہرِ الٰہی اور عتابِ خداوندی کا ڈر ہے۔

اِس لیئے! اب مسلمانوں کے حال پر ترس کھایئے۔ جو ہو چکا وہی بہت ہے اختلافات کی خلیج کو پاٹنے کی کوشش کیجئے، اُسے بڑھایئے نہیں۔ آپ سے میں یہ نہیں کہتا کہ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کا تنقیدی مطالعہ نہ کیجئے۔ آپ کے اکابر کھنگال چکے اب آپ بھی اپنے کو آزما لیجئے لیکن اس کے لئے علم اور محنت کی ضرورت ہے۔ یہ ہمہ شما کا کام نہیں ہے کتابوں پر گہری نگاہ اور ان کے جیسے وسعت علم کے لئے ایک عمر درکار ہے۔

سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی "ذالك فضل الله يوتيه من يشاء" یا "من يرد الله خيراً يفقهه في الدين" کی آئینہ دار ہے۔

آپ خود اپنے گریبان میں منھ ڈال کر سوچئے اور دیانت کی کوئی رمق باقی رہ گئی ہو تو اسی ترازو پر تول کے فیصلہ کیجئے کہ فاضل بریلوی ان عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کا تذکرہ فرما رہے ہیں جو صحابی و راوی حدیث ہیں یا اس عبدالرحمٰن کا جو کافر، چور اور ڈکیت تھا —— آپ تو اس خیانت میں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں ۵

میں سمجھتا تھا کہ اک مردِ مقدس آپ ہیں
شیخ صاحب آپ تو شیطٰن کے بھی باپ ہیں

بر سبیل تنزل زیادہ سے زیادہ کاتب پر سہو کتابت کا الزام آسکتا ہے کہ "فزاری" کے بجائے قاری اور "بنی فزارہ" کے بجائے "بنی قارہ" کی کتابت ہو گئی اور ابتدائی سہو سے بنی فزارہ کی کتابت بھی متاثر ہو گئی۔ چونکہ املا ر میں دونوں قریب الخط ہیں۔ مثلاً فزاری کا الف اگر زیر گر جائے تو ف اور پھر ز کا نقطہ مل کر اُسے فاری پڑھا جاسکتا ہے اور کاتب کو یہی دھوکا ہوا ہے۔ (اور ایسا اشتباہ ہوتا رہتا ہے) بعینہ یہی حال "بنی فزارہ" اور "بنی قارہ" کا ہوا ہے کہ الف زیر گر گیا اور ف و ز کے نقطے مل کر قارہ کے ہمشکل ہو گئے چونکہ ملفوظات میں عبدالرحمٰن کا پورا واقعہ تفصیلاً درج ہے اسلئے عنوان اور حکایت میں اس سہو کا کوئی اثر معنون اور محکی عنہ پر نہیں پڑ سکتا۔ چنانچہ اسی خطرے کے تحت عبدالرحمٰن کے بعد کے تینوں ٹکڑے آپ نے ہضم کر لئے ہیں تاکہ معنون و محکی عنہ مبہم و مشتبہ ہو جائے جس کے بعد عوام کو آسانی سے فریب میں مبتلا کیا جاسکتا ہے لیکن بحمداللہ ملفوظات میں واقعہ کی تفصیل نے دودھ اور پانی کو الگ کر دیا ہے اس لئے سہو کتابت کے باوجود کوئی بھی اس عبدالرحمٰن کو راوی حدیث و صحابی رسول نہیں سمجھ سکتا سوائے کسی متعصب گھامڑ اناڑی کے اگر اس سہو کتابت پر آپ جیسی بہ جبیں ہوں تو سہو کتابت کا حوالہ آپ کے گھر سے پیش کیا جاتا ہے۔ (ایضاح الادلہ از افادات حجۃ الاسلام مرشد العالم سید الاتقیاء سیدنا و مولانا محمود الحسن شیخ الہند، ناشر کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

حوالہ۔ "فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول والی اولو الامر منکم" (ایضاح الادلہ ص۹۳)

واضح رہے مذکورہ آیت میں " والی اولوالامر منکم " کا اضافہ ہے لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ سہو کتابت ہے یا عمداً تحریف قرآن، اگر سہو کتابت ہے تو چیں بہ جبیں ہونے کے کیا معنی؟ اور اگر تحریف قرآن ہے تو اپنے مفتی سے استفسار کرکے اپنے شیخ الہند پر فتوے کا اعلان کیجئے۔

رہ گیا یہ جملہ کہ اسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں.......... الخ

سہو سماعت ہے یا اضافہ کاتب اور تیسری وجہ یہ ہے، جسے بہ نظر غائر دیکھا جائے۔ تو اصل شبہہ کا یہی جواب ہے۔ چونکہ ابتدا امر میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ عبدالرحمٰن جو کہ کافر تھا۔ یہیں سے دماغ چوٹ کھایا کہیں لوگ راوی حدیث عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کو کافر نہ سمجھ بیٹھیں (اشتراک نام کے باعث) لہٰذا اس شبہہ کے ازالہ کی خاطر فرمایا گیا جسے میں کافر کہہ رہا ہوں اسے عبدالرحمٰن قاری نہ سمجھ لینا بلکہ عبدالرحمٰن فزاری جو کہ بنی فزارہ کا تھا۔ بات بہت ہی صاف اور واضح ہے اور میں اس کی تصریح کر چکا کہ قریب الخط یا متشابہ الخط یا مماثل خط ہونے کے باعث " فزاری " کو " قاری " لکھا گیا اور " بنی فزارہ " کو " بنی قارہ "۔

حاصل کلام۔۔۔! اس تشریح گفتگو کے بعد بات بہت ہی واضح ہو گئی کہ ملفوظات کی عبارت قطعاً بے داغ و بے غبار ہے۔ ہاں اگر صرف اتنا ہی ٹکڑا ہوتا " عبدالرحمٰن قاری جو کہ کافر تھا " البتہ ایسی صورت میں آپ کی گرفت کچھ مضبوط ہوتی۔ اسے یوں سمجھئے کہ ایک ہی ٹکڑا اگر بے محل ہے اور با محل تو ان دونوں میں کتنا نمایاں و عظیم فرق ہوتا ہے مثلاً اگر صرف اتنا ہی لکھ دیا جائے " شربت بنفشہ " تو اسے " شَرِبْتُ بِنَفْسِہٖ " بھی پڑھا جا سکتا ہے اور

"شَرْبَتُ بَنَفْسِہٖ" بھی لیکن یہی ٹکڑا اگر نسخہ کے ساتھ لکھا جائے مثلاً خطمی، برگ گاؤزبان، شربت بنفسہ، عناب ولایتی" تو اب آپ جیسا کوئی اناڑی گھامڑ ہی اسے "شَرْبَتُ بَنَفْسِہٖ" پڑھے گا۔ چونکہ اس کا محل متعین ہو چکا ہے۔

بس ایسے ہی ملفوظات کا پورا واقعہ عبدالرحمن فزاری سے متعلق ہے جس کا چور، کافر، ڈاکو وغیرہ ہونا قطعی طور پر متعین ہے جس کے قاتل حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ان جملہ تشریحات و توضیحات کے بعد اب بھی ایسے چور ڈاکو کو صحابی یا تابعی قرار دینا خود اپنی علمی بے مائیگی، کوتاہ نظری اور کٹ حجتی کا کھلم کھلا مظاہرہ کرنا ہے۔ کتابت کے ایسے واقعات ایک دو نہیں متعدد و بے شمار ملتے ہیں کہ بے محل اور با محل ہونے سے دونوں میں نمایاں فرق ہو جاتا ہے۔

مثلاً حماسہ متبنی کا ایک ہے ؎

ضربت انا التیہ ضرب القما ر   اِمّا لھذا اوامہ انی ا

علم العروض والقوافی کی رعایت سے ضرورت شعری کے تحت "قمار" کی "ر" کو مصرع ثانی میں لکھا گیا ہے تاکہ شعر اپنے بحر میں باقی رہے اور وزن سے گرنے نہ پائے اور تقطیع میں بھی سہولت ہو، چونکہ دونوں مصرع

لہ عمر ابن کلثوم کا ایک شعر سطح ذہن پر ابھر آیا جس میں عہد جاہلیت کی تصویر کشی ہے جو ہدیہ ناظرین ہے
نشرب ان وردنا الماء صفواً   ویشرب غیرنا کدراً وطینا
جب ہم کسی چشمہ پر اترتے ہیں تو صاف و شفاف پانی ہم لوگ پیتے ہیں اور ہمارے بعد والے اس پانی کو پیتے ہیں جس میں مٹی اور کیچڑ کی آمیزش ہوتی ہے

ساتھ ساتھ ہیں اس لئے اس طرح لکھنے سے ادائیگی مفہوم یا ترجمہ کرنے میں کوئی زحمت نہ ہوگی۔ لیکن اگر پہلا ہی مصرع ذکر کیا جائے تو ایسی صورت میں ادائیگی مفہوم کی خاطر قمار کی "ر" کو مصرع اول ہی میں لکھنا انسب ہوگا تاکہ مفہوم کی وضاحت میں کوئی پیچیدگی نہ واقع ہو۔ پس جس طرح قمار کی "ر" مصرع ثانی میں لکھدی جائے تو اہل علم اس کا فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ قمار ہی ہے۔ لیکن ضرورت شعری کے تحت قمار کی "ر" کو مصرع ثانی میں لکھا گیا ہے اب کوئی ناآشنائے علم ہی ہوگا جو "ر" سے منھ موڑ کر قما پر اڑیل گھوڑا بن جائے اور بے سر پاؤں کا یہ سوال کرے کہ مجھے تو "قما" کے معنی بتائے جائیں۔

لہٰذا ملفوظات کا تفصیلی واقعہ پوری برلائیت سے پکار رہا ہے کہ یہ واقعہ کسی صحابی یا تابعی کا نہیں ہوسکتا بلکہ اس عبدالرحمٰن کا ہے جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اونٹوں پر حملہ آور ہوا، چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹوں کو لے بھاگا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے جسے پوری بیدردی سے قتل کیا۔ اب ایسے دشمن رسول کو راوی حدیث، صحابی یا تابعی کہنا خود اپنے سر اہانت صحابی کا الزام مول لینا ہے دور نہ جایئے خود اپنے "حقہ شریف" ص۲۲ کی تیرھویں سطر ملاحظہ کیجئے

" جو ایک عرصہ سے .... جلق و زبان کے کینسر الخ۔"

اب یہ فرمایئے اسے کیا پڑھا جائے، حلق یا جلق۔ میں آپ کی نیت پر حملہ نہیں کرتا لیکن اس میں سہو کاتب کے ساتھ بطور تمسخر واستہزا یا طبعی ذوق کے تحت آپ کی ہدایت کا بھی امکان ہے کہ اسے یونہی لکھا جائے بہرحال مجھے

کچھ کہنا نہیں ہے یا تو اسے کاتب کی خطا کہیئے یا اپنے سر الزام لیجئے۔ مگر یہ امر متعین ہے کہ محض اس ٹکڑے کو جب پڑھا جائے گا تو "حلق" ہی پڑھنے میں آئے گا لیکن عبارت کو سیاق و سباق سے مربوط کرنے کے بعد "ملق" پڑھا جائے گا۔

بس اسی پر عبدالرحمٰن کی بحث کو بھی قیاس کیجئے۔ ملفوظات میں ایک ہی ٹکڑا نہیں ہے بلکہ حدیث و سیر و تاریخ کا پورا واقعہ درج ہے اس کے باوجود اگر آپ کی آنکھ چوندھیائی ہوئی ہے تو ایضاح الادلہ ص ۹۳ میں تحریف قرآن کا جو الزام آپ لوگوں کے سر آتا ہے اس کا قابل تسلیم جواب کیا ہوگا؟ جس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ـــــ اور اس کی بھی وضاحت کر دی گئی کہ حکایت میں اس نوع کے سہو کا کوئی اثر محکی عنہ پر نہیں پڑتا

قلّتِ مُطالعہ... یا... تجاہلِ عارفانہ

نظر کسی سے ملائی، لیا کسی کا دل
تمہارے ہتھکنڈے جانے کوئی تو کیا جانے

جناب کی کتاب حُقّہ تو ایک معجون مرکب ہے، نہ اس کے سر کا پتہ نہ پاؤں کا، کبھی آپ نیچہ سازی کرتے ہیں، کبھی حُقّہ تازہ کرتے ہیں، کبھی چلم کی آگ سلگاتے ہیں، کبھی فرشی میں پانی بھر کر گڑگڑاتے ہیں۔ کبھی چلم کی آگ پنکھے سے دھوکتے ہیں۔ کبھی خمیرہ درست کرتے ہیں اور کبھی اُپلے توڑتے ہیں

اس کے باوجود جناب شیخ اسد علی صاحب کا حقہ بدبُودار کا بدبُودار ہی رہ گیا۔
کیا کہنا فاضل بریلوی کے تڑتڑاتے حقہ کا۔ پیا جائے بریلی میں — سُنا جائے دیوبند میں! اور خمیرہ کی خوشبُو تو سُونے پر سہاگہ — جس سے تھانہ بھون، گنگوہ، سہارنپور سبھی مہک اُٹھے۔

ہاں جناب حُقّہ تو تازہ کرلیا آپ نے! لیکن آپ بھی عجیب سیماب صفت ٹھہرے، ایک جگہ قرار ہی نہیں، حقہ لئے پھر رہے ہیں کبھی بریلی کبھی کچھوچھہ، کبھی الٰہ آباد کبھی پیلی بھیت۔ چنانچہ اسی افراتفری کا نتیجہ ہے کہ آپ کسی ایک جگہ نظر نہیں آتے۔ سچ ہے حقہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے، ایک وہ جس کے پاس پینے والے جاتے ہیں اور ایک وہ جس کو پلانے کے لئے لوگ دوکان دوکان اور گھر گھر پھرتے ہیں معلوم ہوا آپ کا پیشہ یہی ہے۔
بہر حال آپ کچھ بھی ہوں لیکن آپ کا سیماب صفت ہونا یقینی ہے ۵

- - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - -

چنانچہ خطیب عصر، مخدوم ملّت، شیخ طریقت، حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر زبان طعن دراز کرتے ہوئے آنجناب نے "ستر باادب سوالات دینیہ ایمانیہ" ص ۳۲ کا ایک اقتباس پیش کیا ہے۔
اب اسے آپ کا قلّتِ مطالعہ کہا جائے یا تجاہل عارفانہ؟
حیرت ہے "ستر باادب سوالات" تو آپ کو مل گئی — لیکن آپ کو اس کی خبر نہیں کہ "بریلی شریف، عرس رضوی میں اساطین ملّت واکابر اہلسنت

کی موجودگی میں اس کا شرعی فیصلہ ہو چکا ہے ــــ جس کی دلیل و شہادت "بشارۃ عظمیٰ" ہے۔ میرا غالب گمان ہے کہ آپ نے اِسے دیکھا ہی نہ ہوگا بہر نوع کچھ بھی لکھنے سے پہلے اس کا صحیح مٹیریل فراہم کر لینا ضروری تھا محض اوراق سیاہ کرنے سے کیا فائدہ؟

اگر آپ یونہی علمائے اہلسنّت کو بُرا بھلا کہیں اور بہتان بندی و دشنام طرازی کا کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھیں تو آپ کے گلے میں کون پھانسی کا پھندا ڈال سکتا ہے؟

لیکن اگر حوالہ جات ہی کا شوق ہے تو اتنا گہرا مطالعہ کیجئے کہ اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہ رہ جائے محض ہوائی فائرنگ سے کیا حاصل! ہاں اگر بے محل نشانہ ہی مشق کرنا ہے تو چاند ماری کرتے رہیئے ــــ مگر ہم آپ کی گرفت سے آزاد رہیں گے۔

یہ ضرور ہے اس نوع کے دجل و فریب کے آپ مشّاق ضرور ہو جائینگے اور آپ کی جماعت میں ایسے لوگوں کی بڑی قیمت ہے۔ کچھ دنوں بعد دنیا خود ہی فیصلہ کرے گی کہ دیوبند کی کوکھ سے کیسے سپوت جنم لیتے ہیں۔

بہر حال آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ علمائے اہلسنّت کا ایک جنچا تُلا مزاج ہے جو دیوبند کے نخوت پسند اور متکبرانہ مزاج سے قطعی ہم آہنگ نہیں ہوتا۔ یہاں شرعی اُمور میں جنبہ داری کی ہَوا تک نہیں لگتی۔ البتہ یہ مزاج دیوبند کا ہے، جیسا کہ جماعت اسلامی والوں نے مولوی قاسم نانوتوی بانیٔ دیوبند کی ایک عبارت پر یہ ظاہر کئے بغیر کہ عبارت کس کی ہے؟ مفتیٔ دیوبند سے

استفسار کیا! اور مفتی دیو بند نے فتوے کی تلوار چلادی کہ ایسا شخص کافر ہے، نکاح ٹوٹ گیا، تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے۔ وغیرہ وغیرہ ملاحظہ کیجئے۔ تجلی دیو بند۔

لیکن جب جماعت اسلامی والوں نے اس فتوے کو اچھالا اور قاری طیب صاحب و مفتی دیو بند کو خبر ہوئی تو پاؤں تلے زمین کھسک گئی اور آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد اس عبارت کی تائید و حمایت میں پورا دار الافتار متحرک ہوگیا" جیسا کہ مشہور ہے کہ اس کی پاداشں میں مفتی دیو بند کو خارج کر دیا گیا۔

واضح رہے علمائے اہلسنت کا یہ مزاج نہیں ہے۔ یہاں منھ دیکھی بات نہیں کہی جاتی۔ مغز و چھلکا اور دودھ و پانی کو الگ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ باطل پرستوں اور حق پرستوں کے درمیان یہی خط امتیاز ہے۔

- - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - -

دوسری بات یہ کہ آپ نے حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جس نماز کا تذکرہ کر کے کفر و ارتداد کی بحث کی ہے وہ قطعاً بے محل و بے معنی ہے

اب سنئے اصل واقعہ یہ ہے کہ اسی امام کے متعلق اس کے سنی دیو بندی ہونے میں اختلاف تھا اور حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحیثیت حکم و ثالث وہاں مدعو تھے اور حضرت مولانا عبد العزیز خاں صاحب ادام ظلہم اور ان کے دوسرے رفقاء کی حیثیت ایک فریق کی تھی۔ اس لئے حضرت کا

منصب جو حکم ثالث ہونے کا تھا اسے برقرار رکھا۔ یہ بات قابل تحسین ہے نہ کہ لائق مذمت۔ جن لوگوں پر اس کی تحقیق ہو چکی تھی انھیں اپنی تحقیق پر ہی عمل کرنا چاہیئے تھا لیکن جو تحقیق ہی کے لئے گیا ہے قبل از تحقیق فیصلہ اپنے عمل سے کسی فریق کا ساتھی بن کر اپنے منصب حکم کو کیوں کر مجروح کر سکتا ہے ؟

الزام تو جب آتا کہ اپنی تحقیق و فیصلہ کے خلاف ایسا کرتے !

آپ کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ علمائے اہلسنت کسی کی تکفیر میں عجلت پسند مزاج نہیں رکھتے بلکہ پوری چھان بین، رد و قدح غرضیکہ یقین کے جملہ اسباب و ذرائع کو استعمال کرنے کے بعد تب کہیں اپنا شرعی فیصلہ صادر فرماتے ہیں

تعجب ہے کہ حسد و کینہ اور بغض و عناد نے آپ کو اس حد تک اندھا بنا دیا ہے کہ مقام مدح و قدح کا امتیاز جاتا رہا۔ اب اس باب میں آخری فیصلہ ملاحظہ فرمایئے !

مناظر اعظم کی رائے

کتاب پریس جا چکی تھی، اسی اثنار میں مناظر اعظم شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے مناظرہ کی روداد حاصل ہو گئی جس میں عبد الرحمٰن قاری کی بحث پر آج سے تقریباً تیس برس پہلے حضرت علیہ الرحمۃ اظہار خیال فرما چکے ہیں۔ جس کا تاریخی نام "مبلغ دیابنہ کا گریز" ۱۳۵۹ھ

ہے جس کو منشی مصطفیٰ خاں فیض آبادی " بھساری محلہ بمبئی نمبر ۳ " نے مطبع سلطان واقع پیرو ملین نمبر ۳ سے شائع کیا ہے۔ اب اس کی تفصیل سے ملاحظہ فرمایئے۔

شغال صحرائے دیوبندیت نے کفر تھانوی کو اسلام بنانے سے عاجز ہو کر اپنی جان بچانے کے لئے یہ بھی کہا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنے ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۴۵-۴۶ پر لکھتے ہیں کہ " عبدالرحمٰن قاری کافر تھا۔ اس کو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل فرمایا " یہ غلط ہے، وہ عبدالرحمٰن قاری صحابی ہیں تو مولوی احمد رضا خاں نے صحابی کو کافر کہا۔ الخ

(مبلغ وہابیہ کا گریز ص۱۵)

جواب میں حضرت شیر بیشہ سنت نے فرمایا کہ " یہ آپ کا

ـــــ ۵ آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء بمبئی کی ہنگامی نشست تھی اسی سلسلہ میں ۲۵ رمضان المبارک کو بمبئی حاضر ہوا اور ۲۹ رمضان المبارک کو الٰہ آباد واپس آگیا۔ اسی سفر میں سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ میاں صاحب قبلہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ مارہرہ مطہرہ و صدر آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء بمبئی کے کتب خانہ سے استفادہ کا موقع ملا۔

چنانچہ حضرت سید العلماء کے کتب خانہ سے " مبلغ وہابیہ کا گریز " سے اسے نوٹ کرلیا۔ بعد میں فاضل جلیل عزیز گرامی مولانا قاری منصور علی خاں صاحب خطیب سنّی بڑی مسجد مدنپورہ بمبئی نے اس کتاب کو بذریعہ رجسٹری بھیجدیا جو اس وقت میرے فائل میں ہے۔

کھلا ہوا کذب صریح ہے۔ آپ کو جوش عناد میں ملفوظات و مکتوبات کا فرق بھی نہیں سوجھا کسی کے ملفوظات اس کے لکھے ہوئے نہیں ہوتے۔ ملفوظات کی ترتیب کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں اس کے مسترشدین و متوسلین جو حاضر ہوا کرتے ہیں اُس کے ارشادات سُن سُن کر اپنے اپنے مقام پر پہنچکر اپنی یادداشت کے مطابق قلم بند کر لیتے ہیں — ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہوجائے تو قلم بند کرنے والے کی یادداشت کی غلطی سمجھی جائے گی۔ اس غلطی کی بنا پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی و خباثت نفسانی ہے۔ اسی طرح مرشد برحق امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قبلہ مولانا شاہ عبدالمصطفےٰ محمد احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف جو ملفوظات منسوب ہیں وہ بھی حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لکھے ہوئے ہرگز نہیں۔ اور اگر ملفوظات میں کوئی غلطی ثابت بھی ہوجائے تو وہ ان کے ترتیب کنندہ کی غلطی قرار دی جائے گی اور اس غلطی کے سبب اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی پر اعتراض کرنا نہایت بے ایمانی اور خبث نفسانی ہوگا — لہٰذا جو عبدالرحمٰن حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست سے قتل ہوا وہ یقیناً کافر تھا۔ دیکھو صحیح مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف، باب

قسمۃ الغنائم والغلول فیہا صہ ۳۴۸ ؁ لہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " آج ہمارے سواروں میں سب سے بہتر ابو قتادہ اور ہمارے پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ ــــ " سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں " پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو مال غنیمت میں سے دو حصّے عطا فرمائے، ایک حصہ سوار کا اور ایک حصّہ پیادہ کا۔ تو دونوں حصہ جمع کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو عطا فرمائے۔ پھر مدینہ طیبہ کو لوٹتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اپنے ناقہ مقدسہ عضباء پر اپنے پیچھے بٹھالیا "

صحیح مسلم شریف میں بہت بسط و تفصیل کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔ اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ وہ عبد الرحمٰن یقیناً کافر تھا جس کو حضرت سیّدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہنم میں بھیجا۔ اس کی نسبت میں اختلاف ہے کسی راوی نے عبد الرحمٰن فزاری کہا، کسی نے عبد الرحمٰن قراری بیان کیا، اسی کو مرتب ملفوظات نے عبد الرحمٰن قاری لکھدیا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ وہ عبد الرحمٰن قراری یا فزاری جس کو سید ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ نے قتل فرمایا۔ وہ یقیناً کافر تھا حضور اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابی کو کافر نہیں کہا بلکہ تم لوگ ایک کافر کو

لہ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں میں (نظامی) پیش کر چکا ہوں۔

صحابی بتارہے ہو۔ اکمال فی اسماء الرجال میں عبدالرحمٰن قاری کسی صحابی کا نام ہرگز نہیں لکھا بلکہ عبدالرحمٰن ابن عبدالقاری کو تابعین میں شمار کیا ہے اور ان ہی کے متعلق یہ جملہ لکھا ہے

ترجمہ: یعنی کہا جاتا ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے لیکن انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کوئی حدیث سنی اور نہ کوئی حدیث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور امام واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس قسم میں شمار کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے، اور مشہور یہی ہے کہ وہ تابعی ہیں اور مدینہ طیبہ کے علماء تابعین میں سے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حدیثیں سنی ہیں۔ ۸۱ھ میں جبکہ ان کی عمر ۷۸ سال کی تھی ان کی وفات ہوئی مگر ترتیب دہندہ ملفوظ نے جس عبدالرحمٰن کو حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کا مقتول بتایا جس کو کوئی راوی فزاری بتاتا ہے، کوئی راوی اس کو فزاری کہتا ہے اس کو کسی کتاب میں ہرگز صحابی نہیں لکھا وہ قطعاً کافر و مشرک تھا۔ درحقیقت آپ کافر کو صحابی بتا رہے ہیں۔

العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(مبلغ وہابیہ کا گریز ص ۲۰-۲۱)

حرفِ آخر

سترباادب سوالات کے جس اقتباس پر آپ نے اپنی لن ترانی بگھارتے ہوئے اکابر اہلسنت پر کیچڑ اچھالنے کی سعی ناکام کی ہے

اس نے آپ کی شکست خوردہ ذہنیت کو بے نقاب کردیا اور تھوڑا بہت آپ کی جماعت میں جو آپ کا بھرم تھا اس رہی سہی کسر کو بھی ملیامیٹ کردیا۔ جوشِ عناد میں جناب کو اتنا بھی ہوش نہیں رہا کہ اس کا نام ہی "سوالات" ہیں یعنی اس میں استفسارات وسوالات ہیں کسی پر کوئی حکم نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت شیر بیشۂ اہلسنت علیہ الرحمۃ نے واقعات کی تشقیق کرکے مختلف نوع کے سوالات قائم فرمائے ہیں مثلاً اگر ایسا ہے تو یہ اور ایسا نہیں تو یہ۔ الخ

اس لئے اس کی بنیاد ہی اگر مگر پر ہے اس میں فیصلہ اور حکم نہیں ہے ورنہ اگر فیصلہ وحکم ہوتا تو "سوالات" اس کا نام ہی نہ رکھا جاتا۔ مستفتی اور مفتی میں جو فرق ہوتا ہے وہی یہاں ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ دوبارہ سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کیجئے۔ خواہ وہ تحقیقی ہو یا تنقیدی، مگر متانت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیئے۔ آپ کی اسی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اعلیٰحضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے سرپاؤں کا دوسرا سوال کرکے اپنی علمی بے مائیگی کا ایک روشن اور کھلا ہوا ثبوت دیا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے۔

فقہائے اسلام پر جعلی پرمٹ دینے کا الزام

ملفوظات سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

"بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ! کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اس روز سے چھوڑ دیئے ہیں۔"

(ملفوظات صـ۰۵ جلد۲ بحوالہ حقہ صـ۲)

اب ملفوظات کی اس عبارت پر جناب کا توہین آمیز پھوہڑ و گندہ اور مضحکہ خیز انداز تحریر، بلیلا تبصرہ اور پھسپھسی تنقید ملاحظہ کیجیے جس میں جناب نے سیدنا امام احمد رضا کی دشمنی میں فقہائے اسلام کے دامن حرمت و عظمت کو چاک چاک کر ڈالا ہے۔

تبصرہ ملاحظہ کیجیے!

"اعلیٰحضرت اپنی "خودستائی" و "مدح فرمائی" میں اتنے اونچے مقام پر پہنچے ہوئے ہیں کہ اُن کے گمنام فقہائے کرام نے ان کے حق میں سُنن واجبہ کی معافی کا جعلی پرمٹ عطا کر دیا ہے کاش اعلیٰحضرت اپنے اس مقام خاص کی کچھ بھی نقاب کشائی کرتے اور اپنے بیان کردہ فقہائے کرام کا تعارف کرا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا جب اعلیٰحضرت نے

خود ہی ان دونوں کو ایسا پوشیدہ رکھ چھوڑا ہے کہ آج تک ان کے اپنوں کو وہاں تک رسائی نہ ہو سکی تو ہم جیسے غیروں کو کیا ہمت ہو سکتی ہے کہ وہاں تک پہنچ جائیں" (حقہ صـ)

یہ تو بالکل سولہ آنہ صحیح ہے کہ آپ تو آپ، آپ کے بڑوں اور پرکھوں کا سر اُن (اعلحضرت) کے قدموں تک نہیں پہنچ سکا۔

خدا جانے مظاہر العلوم میں پڑھنے گئے تھے یا گھاس چھیلنے؟ تنویر الابصار در مختار، ردالمحتار (شامی) عنایہ، فتح القدیر جیسی بلند پایہ معیاری کتابوں اور اُسکے مصنفین کا نام سنا ہے یہ سب کے سب گمنام ہی گمنام ہیں عقل آپ کی ماری گئی ہے اور الزام اعلحضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔

حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔ اس بہانے سے کچھ آپ بھی حاصل کر لیجئے ورنہ

؎ کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈتے نکلوگے مگر پا نہ سکوگے

(۱) قالوا العالم اذا صار مرجعاً للفتوی جازله ترك السنن لحاجة الناس الا سنة الفجر۔ (فتح القدیر)	(مفہوم) فقہاء نے فرمایا کہ عالم جب فتویٰ نویسی میں مرجع خلائق ہو جائے تو اس کیلئے سنتوں کا ترک کرنا جائز ہے لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے مگر فجر کی سُنّت۔
(۲) لا یجوز ترکها لعالم صار مرجعاً فی الفتاوی بخلاف باقی السنن۔ (تنویر الابصار)	عالم جب فتاوی میں مرجع خلائق ہو جائے تو فجر کی سنت چھوڑنا جائز نہیں۔ بقیہ باقی سنتوں کو چھوڑ سکتا ہے۔

(۳) فلما ترکها لحاجة الناس الی فتواه۔ (الدر المختار)	فتاوے کی طرف لوگوں کی ضرورت کے باعث عالم کے لئے سنت کا ترک جائز ہے۔
(۴) الظاہر ان معناه انه یترکها وقت اشتغاله بالافتاء لاجل حاجة الناس المجتمعین۔ (رد المحتار، شامی)	اس کے معنی ظاہر ہیں کہ عالم فتاوے کی مشغولیت کے باعث سنت کو چھوڑ سکتا ہے ان لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے جو کہ اس کے ارد گرد جمع ہیں۔

بات اشارے و کنائے میں نہیں کہی گئی بلکہ فقہائے کرام نے بڑی وضاحت سے اس کی صراحت کر دی ہے۔ تعجب ہے کہ اپنی بےخبری کا الزام سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر! یہ ایک واقعہ ہے کہ اعلیٰحضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سے مواقع پر حوالہ جات سپرد قلم نہ فرماتے۔ چنانچہ ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ اعلم من علماء العصر آفتاب علم و حکمت، نیر برج ہدایت، واقف اسرار قرآں، سرتاج العلماء، صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے[۵۱] یہ سوال فرمایا تھا جس کے جواب میں امام اہلسنت نے فرمایا کہ کچھ کام اُن بدنصیبوں[۵۲] کے لئے چھوڑ دیتا ہوں تاکہ انھیں اس کا پتہ چلے کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔

---

۵۱ - بہ روایت استاذ گرامی مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ

۵۲ - دیوبندیوں

فتح القدیر، تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار، ہر ایک میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اگر عالم فتاوے میں مرجع خلائق بن جائے تو اس کیلئے سنتوں کا ترک جائز ہے محض لوگوں کی ضروریات کے پیش نظر۔

اب آپ اپنے گریبان میں منھ ڈال کر سوچئے کہ یہ فقہائے اسلام گمنام ہیں یا شہرۂ آفاق؟ اور یہ کتابیں فقہ حنفی کی معتمد و مستند ہیں یا یہ بھی کوئی حقہ شریف ہے کہ جس کے نہ سر کا پتہ اور نہ پاؤں کا۔ اگر زحمت نہ ہو تو اپنی عبارت کے ساتھ فتح القدیر اور شامی کی عبارات کو یکجا کر کے دیوبند اور مظاہر العلوم سے استفتار کیجئے کہ اعلیحضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جعلی پرمٹ حاصل کرنے کا الزام آپ نے لگایا؟ یا فقہ حنفی کے زعمار اسلام و عمائد فقہائے کرام پر آپ نے جعلی پرمٹ دینے کا الزام لگایا ہے

تم اپنے تغافل کا گلہ کیوں نہیں کرتے
کیوں دیتے ہو الزام مرے دیدۂ نم کو

کیا یہی ہے آپ کی حنفیت؟ کہیں غیر مقلدین سے کچھ یارانہ تو نہیں ہوگیا، بھری محفل میں نہیں، خلوت میں کنزالعلوم والوں کے ذہن و فکر کا جائزہ لیجئے۔ کیا انھیں بھی آپ کی اس بے شعوری سے اتفاق ہے۔ بچ جائیے اگر آپ کی عبارت غیر مقلدوں کے ہاتھ لگ گئی تو وہ رائی کو پربت بنا ڈالیں گے اور آپ کی حنفیت کا شیش محل بس ایک لمحے میں کھنڈر بنادیں گے۔

لہٰذا۔ آپ کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ حقہ فروخت کرنا چھوڑ دیجئے

اپنا وہی پُرانا پیشہ پھر اختیار کر لیجئے یا تو غلیل لے کر کوّے کا شکار کیجئے تاکہ گنگوہی صاحب کی خالصاً اتباع میں آپ کو ہدایت و نجات حاصل ہو جائے اور اگر کوؤں نے آپ کے ڈر سے وہاں بسیرا لینا چھوڑ دیا ہو تو جھولا اُٹھایئے اور کنز العلوم کی سفارت کیجئے۔ ناحق نتیجہ سازی میں لگ گئے ہیں آپ ؟

حنفیت کا شیش محل

اب آپ کی عبارت کے چند ٹکڑوں کا سرسری جائزہ ہے !

" ان کے گمنام فقہائے کرام " میں نے گزشتہ صفحات میں جن فقہائے کرام کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ۔ بتایئے یہ فقہار کرام آپ کے بھی ہیں یا نہیں ؟ اوران کتابوں سے آپ کا مفتی فتویٰ دیتا ہے یا نہیں ؟

اگر وہ فقہار آپ کے بھی ہیں تو " ان کے " کا کیا مطلب ؟

اور اگر یہ کتابیں آپ کے یہاں ساقط الاعتبار و غیر مستند ہیں تو کنز العلوم سے منظر حق کو منتقل کر دیجئے ، اس کے وارث و امین وہی ہیں آپ نہیں ہیں تاکہ حق بحقدار رسید کے تحت فیصلہ ہو جائے۔

(۲) " گمنام فقہار " یعنی آپ کو خبر نہ ہو تو وہ گمنام کہے جائیں ، ایسے جلیل القدر و عظیم المرتبت فقہار جنھیں ایوان حنفیت کا ستون سمجھا جاتا ہے۔ انھیں گمنام کہکر آپ نے ایسی خطا کی ہے جسے کوئی حنفی تو نہیں معاف کر سکتا البتہ غیر مقلدین ضرور آپ کو اپنے کلیجے سے لگائیں گے۔

[illegible] لکھکر انھیں ایک نیا میٹریل اور ایک نیا عنوان دیدیا

ہے، دونوں ہاتھ میں لڈو رکھنا اسی کو کہتے ہیں۔
(۳) "اپنے بیان کردہ "فقہائے کرام" کا تعارف کرادیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا"

فرمایئے گزشتہ صفحات میں جو تعارف پیش کیا گیا ہے ان فقہاء اسلام سے آپ مطمئن ہیں یا نہیں؟

(۴) "آپ نے یہ بھی الزام لگایا ہے کہ "اعلیٰحضرت اپنی "خودستائی" و "مدح فرمائی" میں اتنے اونچے مقام پر پہنچے ہیں۔الخ"

جناب! اعلیٰحضرت تو اعلیٰحضرت ہی ہیں مگر آپ کو معلوم نہیں ۔ع

اِس خاک کا ہر ذرّہ خورشید بداماں ہے

سچ کہا ہے لوگوں نے دوسروں کی آنکھ میں تنکا دیکھنے والے کو اپنے آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتی۔ "خودستائی اور مدح فرمائی" کا تنکا تو جناب نے ڈھونڈ لیا لیکن "بحمداللہ تعالیٰ" اور "الحمدللہ" میں تحدیث نعمت و "حمد باری" اور "شکر الٰہی" کے شہتیر دیکھنے میں، آنکھ چوندھیا گئی۔ جناب اسے خودستائی، نہیں کہا جاتا، اسی کو تحدیث نعمت کہا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔ سورۂ والضحیٰ کی آخری آیت۔

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ۔ ترجمہ۔ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

یہ تو سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترجمہ ہے۔
اب آپ کے اطمینان کی خاطر مولانا تھانوی کا بھی ترجمہ نقل کئے دیتا ہوں۔

لہ پورا نوٹ صفحہ ۱۰۰ کے آخر میں ملاحظہ فرمایئے ۱۲

ترجمہ: اور اپنے رب کے انعامات (مذکورہ) کا تذکرہ کرتے ہوئے رہا کیجئے۔ (یعنی زبان سے قولی شکر بھی کیجئے۔)

اس ترجمہ میں قولی شکر آپ کے لئے قابل غور ہے! جو یقیناً ہمارے حق میں واضح طور پر مُثبت مدعیٰ ہے۔

گویا — اعلیحضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب فتاویٰ سے متعلق اپنے کو مرجع خلائق پایا تو بطورِ خودستائی، نہیں بلکہ خدائے قدیر کی اس نوازش بیکراں و انعامات الٰہی اور فیضانِ باری پر حمد و شکر بجالائے۔ سُن لیجئے — اگر حمد و شکر نہ بجالاتے تو کفران نعمت کے مُرتکب قرار پاتے جو قابل گرفت بات ہوتی، البتہ شکر الٰہی بجالانا قابل گرفت نہیں۔

لہٰذا — کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند و سہارنپور حسب ذیل مسئلہ میں کہ انعامات الٰہی پر حمد و شکر بجالانا چاہیئے یا خدائے ذوالجلال کی بخشش

لہ۔ یہ موقع نہیں ورنہ ترجمہ فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ترجمہ تھانوی پر ایک سیر حاصل گفت گو کرتا۔ بس سورۂ والضحیٰ کی ایک دوسری آیت کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

ووجدک ضالاً فھدیٰ۔ ترجمہ فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔"
۔ ترجمہ تھانوی۔ "اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے بے خبر پایا) آپ کو شریعت کا) راستہ بتلایا۔"

ہوئی نعمتوں کو چھپا کر کفران نعمت کرنا چاہیے۔

اگر خدائے قدیر کی عطا کردہ نعمتوں کو چھپانا ہی چاہیے تو مولانا تھانوی کی اس وضاحت کا کیا مفہوم ہوگا "یعنی زبان سے قولی شکر بھی کیجئے"۔

اور اگر پروردگار کی دی ہوئی نعمتوں کا اعلان و چرچا کرنا چاہیے تو امام اہلسنت کی تحدیث نعمت پر ٹانڈوی صاحب کے خود ستائی اور مدح فرمائی کے الزام پر اُن کی کیا سزا ہونی چاہیے۔ بینوا و توجروا۔

چنانچہ سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مختصر سی عبارت میں دو جگہ حمد باری بجالائے ہیں .... حافظہ نباشد کے تحت اگر بھول گئے ہوں تو ملفوظات کی عبارت پھر ایک بار پڑھ لیجئے۔

"بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ کبھی نہ چھوڑیں"۔

اپنے آپ کو فتاوے کی مصروفیات میں مرجع عام و خاص پا کر جب بطور تحدیث نعمت اپنی اس کیفیت کا ذکر فرمایا تو ذکر سے پہلے ہی "بحمد اللہ تعالیٰ" فرما کر تذکرہ الٰہی سے سبکدوش ہو گئے اور اس کے باوجود سنتیں چھوڑی نہیں تو اس توفیق الٰہی پر بھی حمد بجالائے جیسا کہ فرمایا "لیکن الحمد للہ کبھی نہ چھوڑیں"۔

اب فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے کہ ملفوظات کی عبارت میں "خود ستائی" و "مدح فرمائی" ہے۔ یا وہ پوری عبارت "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" کی آئینہ دار ہے۔ اگر اس کو مدح فرمائی کہا جاتا ہے تو تحدیث نعمت کے مصداق و محل کی نشاندہی کی جائے۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ط

تصویر کا دُوسرا رُخ

اس کے بخلاف! مدح سرائی اور خود ستائی کے پردے میں اپنے دین و دنیا کے حاجت روا مطاع عالم کو آخور جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی اڑان ملاحظہ فرمایئے۔

"سُن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میری اتباع پر۔"

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ص۱۷)

نہ توحید باری کا تذکرہ اور نہ ہی شکر الٰہی کا ذکر محض اپنی شیخی، تعلّی، لاف و گزاف اور ڈینگ ہی ڈینگ ہے۔

اب آپ فرمایئے کہ گنگوہی صاحب نے کہاں سے ہدایت و نجات کا جعلی پرمٹ تقسیم کرنا شروع کر دیا؟

خطا وار اُن کو سمجھا تھا قصور اپنا نکل آیا

ایک غلط فہمی کا ازالہ

میں نے فتح القدیر، تنویر الابصار، درِمختار، ردالمحتار کے حوالے سے ان کے الزامات کو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور نازک تر

لہ - حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلہ حاجات جسمانی و روحانی (مرثیہ گنگوہی)

ثابت کر دکھلایا ہے ـــــ ہو سکتا ہے 'مرتا کیا نہ کرتا' کے تحت ٹانڈوی صاحب زندہ مکھی نگلنے کی کوشش کریں اور ایک کھلی ہوئی حقیقت سے انکار کرکے یہ فرمادیں کہ فاضل بریلوی فتویٰ نویسی جانتے ہی نہیں تھے۔ ان کے لئے یہ کہنا قابل تعجب نہیں بلکہ نہ کہنا باعث تعجب ہوگا ـــــ!

اس لئے ناظرین کی خاطر محض چند اشارے سپرد قلم کرتا ہوں۔

سیّدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ـــــ

گردوں پہ اُڑ رہا ہے پھریرا ہلال کا
جھنڈا گڑا ہوا ہے ترا آسمان پر

آج سے برسوں پہلے ماہنامہ پاسبان کا مجدد نمبر شائع ہوا تھا جس کے اداریہ کے لئے اعلیحضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تجدید پر ایک مبسوط و مفصل مقالہ سپرد قلم کرچکا ہوں، آج اس کا اعادہ مقصود نہیں ہے بلکہ وہ مقالہ جن کی نظر سے گزر چکا ہے ان کے حق میں یاددہانی، اور جنھوں نے نہیں دیکھا ان کے لئے ذوق مطالعہ کا شوق دلانا پیش نظر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مطالعہ اس یقین دہانی کا ضامن ہوگا کہ اعلیحضرت

سلہ مجدد نمبر کے علاوہ میری کتاب "مجرم کون ہے" اور عالم جلیل مولانا بدرالدین صاحب صدر المدرسین مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف کی شہرۂ آفاق کتاب "امام احمد رضا" میں وہ مقالہ من وعن مطبوع ہے، مطالعہ کیلئے دونوں کتابیں کافی ہیں۔

(نظامی)

سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ درس نظامی کے ایک متبحر عالم ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کے مجدد کامل تھے۔ دنیائے اسلام کے حق میں وہ ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ تھے کہ ان کے علمی و قلمی خدمات سے دنیائے علم و دانش کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ جس عنوان پر قلم اٹھایا ایسے گوہر آبدار بکھیرے کہ دشمنوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اس عہد کے بڑے سے بڑے صاحب فضل و کمال نے ان کی آستانہ بوسی کو فخر و مباہات جانا، علوم و معارف کے ایسے بیش بہا خزانے لٹائے کہ دیوبند کی تجوری ان کھنکھناتے ہوئے سکوں سے آجتک خالی ہے۔" اللہ اکبر! کیا کہنا ان کی جلالت علم کا الفضل ماشہدت به الاعداء"۔ چنانچہ مولوی منظور نعمانی کے استاذ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگوی کو امام اہلسنت کی علمی تحقیق و تدقیق کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس کا اقرار کرنا پڑا کہ مولانا احمد رضا خاں اگر علمائے دیوبند کی تکفیر نہ کرتے تو خود کافر ہو جاتے۔ اسی کو کہا جاتا ہے 'جادو وہ ہے جو سر چڑھ کے بولے'۔

ان کا قلم تھا یا حقائق و معارف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جس فن کی طرف رُخ کیا اس کے امام و قائد تسلیم کئے گئے۔ شامی، عالمگیری، فتح القدیر، بحر الرائق، جوہرہ نیرہ، طحطاوی، ہدایہ، کنز الدقائق، نور الانوار، حسامی، مسلم الثبوت، نخبۃ الفکر، شرح مواقف، عینی، قسطلانی، زرقانی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر، معالم التنزیل، مناظرہ رشیدیہ۔

غرضیکہ درس نظامی اور اس کے متعلقات کی بے شمار کتابوں پر امام اہلسنت کے حواشی و تعلیقات کے دُر شاہوار جگمگا رہے ہیں جس کو اہل علم

آج تک اپنی آنکھوں اور کلیجے سے لگائے ہیں غرضکہ جس کتاب کو اٹھایا اس کے حاشیہ پر اپنی مجددانہ عظمت وعبقریت کے نقش و نگار چھوڑ دیئے۔ کاش وہ وقت قریب آتا جبکہ ہم سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی شہ پاروں کو پریس کے سپرد کر کے عرب و عجم کی لائبریریوں تک پہنچا سکتے۔ آج بھی جس کا جی چاہے آستانہ رضویہ پر حاضر ہو کر جانشین اعلیٰحضرت، مقتدائے ملت، تاجدار اہلسنّت، بقیۃ السلف عارف باللہ، شیخ الاسلام والمسلمین، سیدی حضور مفتی اعظم ہند دام ظلہم و فیوضہم کے توسط سے تبرکات رضا کی زیارت ہی نہیں ان سے استفادہ بھی کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں اور رسالے مطبوع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ بہت سے اہل علم کی لائبریریوں میں ایسے نوادرات کا ذخیرہ موجود ہے۔ غرضکہ سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ خداداد صلاحیتوں کی ایسی منفرد مثال تھے جس نے ان کے اور ان کے معاصرین کے درمیان ایک خط امتیاز کھینچ دیا تھا۔ یہی وہ علل واسباب تھے جس کی بنیاد پر یورپ افریقہ، ایشیا، ہر ایک ملک[۱] سے بریلی دار الافتاء میں استفتاء آتے اور سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیک وقت مرجع خلائق بنکر سبھی کے جوابات ارسال فرماتے۔ چنانچہ ایک کتاب کا نام ہی ہے "فتاویٰ افریقہ" جس کا تاریخی نام "السنۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ" ہے جو چھپ چکا ہے۔
۱۳۳۶ھ

[۱] اور آج بھی یہی عالم ہے۔

۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ایسے ہی احکام شریعت کی تین جلدیں ہیں۔
اور کیا کہنا فتاویٰ رضویہ الموسوم بہ "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ"
کا جو $\frac{22 \times 18}{4}$ سائز پر بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جس کی ایک ایک
جلد کم و بیش ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس طرح فتاویٰ رضویہ کی بارہ ۱۲
جلدیں بارہ ہزار سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ذالک فضل اللہ
یوتیہ من یشاء۔ یہ تو محض فتاویٰ رضویہ کی ضخامت ہے۔ (اب
ذرا دو ورقی محقق ملاحظہ فرمائیے) مینڈکی کو بھی زکام ہوا، یہ منھ اور مسور
کی دال، چیونٹی چلی بہرائچ کو، اس طرح اگر سیدنا امام احمد رضا کے رسائل اور
کتابوں کی فہرست پیش کی جائے تو وہ خود مستقل ایک دفتر بن جائے گا۔
اس وقت وہ کتابیں و رسائل جو میرے سامنے ہیں ان میں سے چند کا نام
حسب ذیل ہے۔
تجلی الیقین، فتاوی افریقہ، کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم۔
ہادی الناس فی رسوم الاعراس۔ نفی الفیٔ عمن بنورہ انار کل شیٔ۔
خیر الامال فی حکم الکسب والسوال۔ سرور العید السعید فی حل الدعا بعد صلوٰۃ العید۔
لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ، (بطور اختصار) تقبیل الابہامین۔ صلوٰت الصفا
فی نور المصطفیٰ۔ منیۃ المنیہ۔ نزول آیات فرقان بہ سکون زمین و آسمان۔
النفس الفکر فی قربان البکر۔ اعلام الاعلام بان ہندستان دار الاسلام۔ مشعلۃ الارشاد
الی حقوق الاولاد۔ القول العجیب فی جواز التثویب۔ الیاقوتۃ الواسطۃ فی
قلب عقد الرابطہ۔ ترغیب الصلوٰۃ والجماعہ۔ اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح

ازکی الاہلال .... ردالقحط والوبار .... جزاراللہ عدوہ ....
الحجۃ الفائحۃ .... انوارالبشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ ۔
الفضل الموہبی یعنی اذا صح الحدیث فھو مذہبی ۔

اخیر میں ایک نام اور سن لیجئے " حسام الحرمین " اور سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمہ قرآن سے تو واقف ہی ہوں گے کہ آج تک اُردو زبان میں، ایسا بامحاورہ وسلیس ترجمہ ہوا ہی نہیں گویا ہر حیثیت سے وہ ممتاز و منفرد ہے ۔

بہر حال بات بہت پھیل گئی ۔ کہنا یہی ہے کہ سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی گوناگوں اور نوع بہ نوع خصوصیات وکمالات کے باعث ایک کرامت ہیں، ایسے زندہ حقائق سے انکار کر کے جینا گویا خود اپنے کو فریب دینا ہے ۔ ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ اسی درسگاہ کے تربیت یافتہ تھے جن کی " صحیح البھاری فی شرح البخاری " متعدد ضخیم جلدوں میں شہرۂ آفاق ہے ۔ خدمات حدیث کے تحت مولانا سعید احمد اکبر آبادی بھی اس کا تذکرہ ماہنامہ برہان میں کر چکے ہیں ۔

بہر حال فقیہہ دوراں حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت[۵] صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی مفسر قرآن، اور ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب فاضل بہاری شارح بخاری،

---

۵ فقہی مسائل پر جن کی سترہ جلدیں ہیں جو ہند و پاک کے علاوہ دیگر ممالک سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے ۔

مخدوم ملت حضرت محدث اعظم ہند، شہید عشق سیاح عالم حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی مہاجر مدنی، شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب مناظر اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہ اعاظم ملک وملت واکابر اہلسنت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے دستر خوان کرم کے خوشہ چیں تھے۔ جن کے علمی فضل وکمال سے دنیا ئے علم وادب اچھی طرح واقف ہے۔

مناظر اعظم شیر بیشۂ اہلسنّت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر رکیک حملہ کر کے آپ نے خود اپنی عدم ناواقفیت وبے شعوری کا ڈھنڈورا پیٹا ہے۔

یہ شیر نیستاں تو وہ ہے کہ اس کا نام سنتے ہی یہ شعر سطح ذہن پر ابھر آتا ہے ؎

اللہ رے کس شیر سے اب پڑ گیا پالہ
ہندو کی دیوالی ہے وہابی کا دیوالہ

ابھی تو آپ کل کے طفل مکتب ہیں۔ شیر بیشۂ اہلسنت کے آہنی پنجوں کا حال دریافت کرنا ہو تو اپنے شکست خوردہ کھلاڑیوں سے ملاقات کیجیۓ اس وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ شیر بیشۂ اہلسنّت ہی سے خوف وہراس تھا جس نے انھیں بھیگی بلی بنا کر گوشۂ عافیت کا سلیقہ سکھایا مورانواں ضلع اناؤ کی داستان پارینہ کو سنا کر آپ چنڈو خانے کے مسخروں کو بھلا وادے سکتے ہیں لیکن اس میدان کے شہسواروں سے دامن بچا

گزر جانا بہت مشکل ہے۔ شیر بیشۂ اہلسنّت علیہ الرحمۃ میدان مناظرہ کے ایسے مرد مجاہد تھے کہ ہزاروں دیوبندیوں کے لئے ایک تنہا وہ کافی تھے۔ کاٹھیاوار، گجرات، بمبئی، مدراس، رنگون، کلکتہ غرضکہ یوپی، سی پی، راجستان جہاں جایئے ہر جگہ ان کی شہرت کا پرچم آج تک لہرا رہا ہے۔ یہ ایسا بیباک نڈر مرد مجاہد تھا کہ جہاں خیمہ زن ہوا وہاں سے قلع قمع کر کے تب ہی دم لیا۔ جہاں قدم رکھا وہاں سے دہابیت کا جنازہ نکلوا کر تب ٹھنڈی سانس لیا۔

شیر بیشۂ اہلسنت نے عشق رسول کی ایسی شمع روشن کی کہ دیوبند سے ہزار بار آندھیاں اٹھیں لیکن وہ بجھ نہ سکی (اور انشاء اللہ تعالیٰ نہ بجھے گی) آج وہ ہم میں نہیں لیکن ان کی جمی ہوئی دھاک کا یہ اثر ہے کہ ان کا نام سنتے ہی ایوان دیوبندیت میں زلزلہ آجاتا ہے اور آپ جیسوں کا نہ صرف کلیجہ کانپ جاتا ہے بلکہ خوف دہراس سے خون جگر اگل دیتے ہیں۔

آپ کا حال تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے کا ہے۔ آپ نے ایک فرضی داستان کو اپنوں میں سستی شہرت کمانے کا آلۂ کار بنا لیا ہے ورنہ کمہار ٹولی ضلع پورنیہ میں کیا آپ کو سانپ نے سونگھ لیا تھا استاذ گرامی مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کا نام سنتے ہی آپ کو درد شکم ہو گیا۔ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا حال تھا۔ یہ تو آپ نے بھی سنا ہو گا کہ حضرت مجاہد ملت میدان مناظرہ کے شیر غراں شمشیر برہنہ ہیں۔ میدان مناظرہ میں خاندان عباسی کا یہ شہسوار جب

اٹھتا ہے تو ذرہ ذرہ پکار اُٹھتا ہے — "چلی حیدر کی تلوار"

یہی وہ رعب وجلال تھا جس نے آپ کو .... میں مبتلا کر دیا تھا ۔

- - - - - - - -

- - - - - - - -

بہر حال

آپ نے شیر بیشۂ اہلسنت مناظر اعظم حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جی بھر کے گالیاں دیں، اس پر بھی کلیجہ نہ ٹھنڈا ہوا تو آپ نے ان کی بیماری اور مرض کو چٹخارے لے کر پوری رنگ آمیزی سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور قلم کا سارا زور اس پر خرچ کر دیا ہے کہ انھیں کینسر ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

"حالانکہ ان عقل کے پتلوں کو یہ نہیں معلوم کہ کینسر میں بھی یہی سب کچھ ہوتا ہے جو اُن کو ہوا پھر لفظوں کے الٹ پھیر سے اس کو چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔" (حقہ ص ۴۹-۵۰)

دوسری عبارت!

"خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں اس لئے اس نے بھی یہ خاموش بدلہ لیا کہ آپ کو زبان و حلق کے جراحت انگیز و آبلہ آور کینسر جیسے خبیث ولاعلاج مرض میں مبتلا کر کے بدحال بنا دیا تھا۔"

(حقہ ص ۴۵)

اب اگر کینسر اتنا ہی خبیث مرض ہے جیسا کہ آپ اسے بتا رہے ہیں کہ قدرت جس سے انتقام لینا چاہتی ہے اُسے کینسر جیسے خبیث مرض میں مبتلا کر کے بدحال بنا دیتی ہے۔ تو آیئے اب اپنے بھی گھر کی خبر لیجئے۔ سچ جانیئے میں اس بحث کو اٹھانا نہیں چاہتا تھا یہ تو خدا کی مشیت ہے، مرنا سبھی کو ہے، موت برحق ہے، ارادہ الٰہی میں کسی کو دخل نہیں، لیکن آپ کی دریدہ دہنی و بدزبانی سے مجبور ہو کر آپ کو آپ کے گھر تک پہنچا رہا ہوں۔

مجاہد ملت نمبر روزانہ الجمعیتہ دہلی کی چند سطریں ملاحظہ کیجئے:۔

مجاہد ملت نمبر

"علاج کے سلسلہ میں سب سے پہلے مولانا (یعنی مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند) نے اپنے پرانے معالج ڈاکٹر پانڈے سے رجوع کیا اور پہلے ہی دن انھوں نے پھیپھڑوں سے جو پانی نکالا اس میں خون کی گہری آمیزش دیکھ کر وہ کھٹک گئے۔ مزید تحقیق کے لئے خون ٹیسٹ کرایا گیا تو اس میں کینسر کے جراثیم پائے گئے۔ ڈاکٹر پانڈے نے فوراً ہی مولانا کو بمبئی لے جانے کی ہدایت کی چنانچہ ۲۶ جنوری کو صبح ہی ہوائی جہاز سے مولانا کو بمبئی لے جایا گیا..... ایک ماہ وہاں علاج ہوتا رہا۔ ۲۶ فروری ۶۲ء کو مولانا دہلی پہنچے......... علاج کی آخری کوششوں کے لئے یہ طے ہوا کہ

> مولانا کو امریکہ لے جایا جائے۔ چنانچہ ۱۶؍اپریل ۶۲ء .... امریکہ روانہ ہوئے .... ڈھائی ماہ بغرض علاج مقیم رہ کر ۱۲؍جولائی کو علی الصباح دہلی واپس پہنچے .... اکیس دن اور قید حیات کے گزار کر ع آخر اس بیماری دل نے اپنا کام تمام کیا۔
>
> (مجاہد ملت نمبر روزنامہ الجمعیۃ دہلی ص ۱۱۶، ۱۱۷)

مجاہد ملت نمبر کی یہ عبارت اب برائے تبصرہ آپ کے سپرد ہے آپریشن وجرّاحی کرکے اپنا فیصلہ دیجئے کہ قدرت نے کس جرم کی پاداش میں آپ کے مجاہد دولت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو کینسر جیسے خبیث مرض میں مبتلا کر دیا تھا؟

اگر عنوان پر آپ خالی الذہن ہوں تو لیجئے آپ کی مشکل آسان بنانے کے لئے کسی غیر کے قلم سے نہیں دیوبند کی گود میں کھیلے کودے پلے بڑھے، جناب مولوی عامر عثمانی کا اداریہ آپ کے سپرد کرتا ہوں جس میں الجمعیۃ کے بخیئے ادھیڑے گئے ہیں۔

یہ وہی الجمعیۃ ہے مولانا حفظ الرحمٰن جس کے جنرل سکریٹری تھے اور اب آپ ہی کے ہم وطن مولانا اسعد ان کے قائم مقام ہیں اور یہ کچھ طویل تو ضرور ہے لیکن اس میں آپ کی تسلی وتشفی کا سامان ہے۔ جی لگا کے پڑھ جائیے تاکہ آپ کو اس کا یقین ہو جائے۔ بمبئی وامریکہ کے آمد ورفت میں مجاہد دولت نے اپنی دولت نہیں خرچ کی تھی بلکہ مسلمانوں کی گاڑھی کمائی کا روپیہ جو مختلف اسکیموں کے تحت حاصل کیا گیا تھا اسی کو ذاتی مصرف میں لایا گیا۔

جمعیۃ العلماء ہند کی کہانی ... عامر عثمانی کی زبانی

"لیکن جب ہمارے ملک میں وہ جماعت جس کا مقدس نام "جمعیۃ علماء" ہے اس قسم کا کردار پیش کرے جس کی جھلک آپ نے پاکستانی طیاروں کے مینو میں دیکھی تو افسوس کے ساتھ حیرت بھی ضرور ہوگی۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ جمعیۃ العلماء دو گروپوں میں بٹ چکی ہے۔ ہمارا روئے سخن اس وقت اسعدی گروپ کی طرف ہے۔ یہی گروپ جمعیۃ علماء کے دفاتر اور اخبار پر قابض ہے۔ ۳۱ راکتوبر کے الجمعیۃ کا ہفت روزہ ایڈیشن اٹھائیے اس کے پہلے ہی صفحے پر جلی حروف میں سورۂ انفال کی وہ آیت ملے گی جس کا پہلا فقرہ ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ "اور اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو"۔ اور پھر اسی اخبار کی اسی تاریخ کی اشاعت کا آخری صفحہ دیکھیے، اس پر آپ کو بہت ہی نمایاں طور پر لاٹری کا وہ اشتہار نظر آئیگا۔ جس میں دو نئے فیشن کی لڑکیاں پہلے انعام کا جھنڈا اُٹھائے کھڑی ہیں۔ مسئلہ اگر صرف تصویر کا ہوتا تو بعض سادہ لوح خیال کر سکتے تھے کہ ممکن ہے جمعیۃ کا اسعدی گروپ ان لوگوں میں سے ہے جو تصویر کو جائز خیال کرتے ہیں۔ لیکن جہاں تک لاٹری کا تعلق ہے علماء سلف و خلف اور فقہائے شرق و غرب کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ قمار ہے اور قمار کی حرمت

اسلام میں اسی طرح مسلم ہے جس طرح زنا، اور قتل ناحق اور چوری ڈکیتی کی، جس کا جی چاہے خود اسی گروپ کے علماء مثلاً مولانا محمد میاں صاحب یا مولانا فخر الدین صاحب سے استفتاء کر کے دیکھ لے۔ یہی جواب ملے گا کہ لاٹری قمار ہے اور قمار کی حرمت شبہہ سے بالاتر ہے۔

لطف یہ ہے ہفت روزہ "الجمعیۃ" کے مرتب وحیدالدین خاں صاحب اسی شمارے میں اپنی عام عادت کے مطابق فلک ہفتم سے کلام کرتے ہوئے اپنے شذرۂ اوّل کی تان اس بات پر توڑتے ہیں کہ تمام دکھوں کا مداوا اگر کچھ ہے تو اخلاقی بلندی ہے۔ اور بلند اخلاق کا عملی مظاہرہ یہ ہے کہ جس جماعت کے ناظم عمومی مولوی اسعد صاحب بڑے شیخ کے بیٹے ہیں اور خود بھی پیری مریدی کرتے ہیں اس جماعت کا سرکاری آرگن کھلے بندوں ایک ایسے حرام کا مرتکب ہو رہا ہے جسے وہ خود بھی حلال کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک آدمی مجمع لگا کر عفت و عصمت اور پاکدامنی کی تعریف میں دھواں دھار وعظ کہے اور وعظ ختم کرتے ہی سب کے سامنے طوائف کے کوٹھے پر شب گزاری کرنے چلا جائے

کمال ہے کہ خاں صاحب کو اوروں کے عیوب تو اتنے واشگاف نظر آتے ہیں کہ ان کا ہر شمارہ دوسروں کی تخفیف

تنقیص، تحقیر اور تغلیط سے لبالب نظر آتا ہے مگر خود اپنے گھر کا یہ ننگا تضاد انھیں بالکل نظر نہیں آیا۔

مزید ۳۰ اکتوبر کا الجمعیۃ اٹھایئے۔ اس میں تین کالموں پر " دعوت فکر و عمل" کے عنوان سے خود اپنی شان میں ایک لمبا شذرہ ملے گا، صرف لفظوں کا کھیل چلئے اس سے ہمیں تو تعرض نہیں، اپنی شان میں قصیدہ خوانی اور خود فریبیوں سے گہری دلچسپی جمعیۃ علمار کی پرانی کمزوری ہے۔ جب یہ مشکل سے دس فیصدی مسلمانوں کی نمایندگی کرتی تھی اس وقت بھی اس کا دعوی تھا کہ میں ہندوستانی مسلمانوں کی نمایندہ ہوں اور آج یہ پانچ فیصدی کی بھی نمایندگی نہیں کرتی تب بھی اس کا دعویٰ جوں کا توں قائم ہے۔ ہم یہاں اس مضحکہ خیز دعوے سے بحث نہیں کرتے تذکرہ اس شذرے کا مقصود ہے جس کا عنوان " اشاعت دین" رکھا گیا ہے، اس میں اپنی معرفت اور خودستائی کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ جمعیۃ علمار نے ادارہ اشاعت دین قائم کرنے کا شاندار فیصلہ کیا ہے اور پھر اسی اشاعت میں وہی لاٹری کا اشتہار موجود ہے۔ جس کا ذکر دوسری اشاعت کے سلسلہ میں آیا ــــــ بتایئے بے حیائی، ڈھٹائی اور بدکرداری کی اس سے بدتر مثال بھی آپ آسانی سے کہیں تلاش کر سکیں گے کہ نام جمعیۃ علمار ــــــ دم خم اشاعت دین کے اور کردار اتنا پست کہ چند پیسوں کی خاطر

کھلے بندوں دن دھاڑے، جوئے کی اشاعت و ترغیب،
اس سے قبل بھی الجمعیۃ میں ننگی عورتوں اور سودی لین دین کے
اشتہارات آتے رہے ہیں اور آج بھی یہی بے شرمی جاری ہے...
اپنے اسلام اور اپنے خدا و رسول کی خاطر اسعدی گروپ
والی جمعیۃ علماء کے ذمہ داروں سے سوال کیجئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے
یہ کیسی گراوٹ ہے کہ چند سکّوں کی خاطر یہ جوئے کے اشتہارات
چھپ رہے ہیں۔
مالی معاملات میں جمیعۃ کا کردار تو یوں بھی صاف نہیں،
دو مرتبہ انگریزی اخبار کے نام پر ہزاروں روپیہ جمع کیا گیا اور
نہ حساب نہ کتاب، قوم کو کچھ خبر نہیں کہ جمع شدہ رقوم کا کیا بنا۔
اب یہ اشتہار والی بات ایسی ہے کہ جس شخص میں ذرا
بھی عقل ہے وہ سوچ سکتا ہے کہ جو لوگ چند ٹکوں کی خاطر
دین بیچ سکتے ہیں، سر بازار حرام کاری کر سکتے ہیں وہ چندے اور
ریلیف کی رقموں کو ایمانداری کے ساتھ کیونکر صرف کریں گے۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند - اکتوبر، نومبر ۱۹۶۹ء ص ۸-۹-۱۰)

تجلی کے اس اداریے پر کوئی تبصرہ مقصود نہیں ہے۔ صاف اور
واضح لفظوں میں جمعیۃ کے ڈھول کا پول درج ہے۔ عام صاحب کو یا تو
معلوم نہیں یا تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کچھ بھرم رکھ ہی لیا۔ جمعیۃ علماء
نے انگریزی اخبار کے لئے ہزاروں نہیں لاکھوں روپئے جمع کئے ہیں۔

جیسا کہ سُنا گیا ہے پہلی بار مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے محض بمبئی سے ایک لاکھ سے زائد کا چندہ کیا تھا۔ چندہ کی لسٹ مولانا حفظ الرحمٰن نے تیار کی تھی اور وصولیابی کے لئے محمد میاں صاحب پہنچے تھے۔ اور اب مولانا اسعد نے قوم سے ایک لاکھ یا تین لاکھ کی اپیل کی ہے۔

مناظر اعظم، شیر بیشۂ اہلسنّت کے مرض پر تو آپ نے انسانیت سوز انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ اب مولوی حفظ الرحمٰن کے مرض کینسر اور جُوا ولاٹری کا اعلان شائع کرنے والی جمعیتہ علماء پر بھی تبصرہ کیجئے کہ کہیں قوم کا روپیہ ہضم کرنے کی بدولت یا سینے میں رسول خدا سے کینہ تھا اس لئے ایسے موذی مرض میں مبتلا کر دیئے گئے۔

اب آپ پر سکتہ کیوں طاری ہے۔ بولئے خاموش کیوں ہیں۔ اس شعر کو آپ نے وضع الشئی فی غیر محلہ کے طور پر درج کیا تھا اس کا صحیح موقع یہ ہے ؎

آپ نے تصویر بھیجی میں نے دیکھی غور سے
سب ادا اچھی، خوشی کی ادا اچھی نہیں

خلاصۂ گفتگو! کہنا یہ ہے کہ علماء اہلسنت اپنا ایک خاص مزاج رکھتے ہیں جس میں جنبہ داری کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس کے برخلاف دیوبند کا حال یہ ہے کہ اس حمام میں سبھی ننگے ہیں جس کی زندہ مثال حفظ الایمان کی حسب ذیل کفری عبارت ہے۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید

صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر کہ اس غیب سے مُراد بعض غیب ہے
یا کُل اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے،
ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع بہائم کے لئے حاصل ہے،
(حفظ الایمان، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

اس گندہ و کفری عبارت پر آج تک مناظرہ، مجادلہ سبھی کچھ ہو رہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ تھانوی صاحب کے مریدین نے حیدرآباد سے انتہائی منت و سماجت کے ساتھ اپنا خط بھیجا کہ اس عبارت میں مناسب ترمیم کردیجائے مگر مرغے کی ایک ٹانگ ۱!

مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا، اتحاد پارہ پارہ ہوگیا، بھائی بھائی کا دشمن، ماں بیٹی سے الگ، میاں بیوی میں جدائی، پوری آبادی میں لاوا سلگ رہا ہے لیکن حفظ الایمان کی کفری و رسوائے زمانہ عبارت میں، کوئی تبدیلی نہیں ہوسکی۔ کفر ساز فیکٹری سے جو توپ تیار کیگئی ہے بہرحال اس کا گولہ داغا جائے گا۔ کس کو اس کی فکر ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد کا مسلمان کس نازک ترین دور سے گزر رہا ہے۔ مسلم لا، کے خلاف بل پیش کئے جارہے ہیں، اُردو زبان کو سیاست کی کند اور گُٹھل چھری سے ذبح کیا جارہا ہے۔ غیر اسلامی نصاب تعلیم مسلمان بچوں پر مسلط ہو رہا ہے۔
یہ سب کچھ ہوتے ہوئے آج تک یہ نہ ہوسکا کہ حفظ الایمان کی عبارت پر مسلمانوں کا حق بجانب اعتراض تسلیم کرکے اس میں مناسب ترمیم کردیجائے

۱ اس کی تفصیل میری کتاب "خون کے آنسو" میں دیکھئے۔

تاکہ اس میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی تنقیص و توہین کا شائبہ تک نہ رہ جائے ـــــ مگر برا ہو جذبہ خود پسندی کا جس نے اس حد تک اندھا جری اور بیباک بنا دیا ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کھلم کھلا گوارا ہے لیکن اپنے لغزش قلم کا اعتراف یہ گلے سے نیچے نہیں اترتا۔

انتظار کرو اس میدان محشر کا جہاں ہم تمہارے متعلق یہ شہادت دیں گے

پروردگارا! ـــــ یہ تیری اور تیرے محبوب کی بارگاہ کا مجرم و خطاکار ناپاک گروہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ

(۱) ۔ خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

(۲) ۔ خدا کو ہر وقت غیب کا علم نہیں رہتا بلکہ جب وہ چاہتا ہے دریافت کر لیتا ہے۔

(۳) ۔ تیرے محبوب کے جشن میلاد کو کنہیا کے جنم کا سوانگ بلکہ اس سے بدتر کہا ہے۔

(۴) ۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ ناچیز سے کمتر اور چمار سے ذلیل کہا ہے ـــــ

زیادہ سے زیادہ آپ کا الزام ہم پر اتنا ہی ہوگا ـــــ

اے میرے جھوٹے خدا ـــــ! یہ بریلیوں کی جماعت ہے۔ یہ لوگ دنیا میں گیارہویں کی بریانی، چھٹی رجب کا زردہ، چودھویں شعبان کا حلوی، عید کی سیوئیں، دسویں محرم کا کھچڑا، مونچھوں پر تاؤ دے کر کھاتے تھے، اور آبِ زمزم و سبیل کا شربت چاشنی کے ساتھ پیتے تھے ـــــ

ہم بہت خاموشی سے سنتے رہیں گے بلکہ اگر اس پر سہو طاری ہوگا تو وہیں لقمہ دے کر ہم خود بتا دیں گے کہ ——— بو علی شاہ قلندر کا توشہ اور غازی میاں کا مرغا بھی کھاتے تھے ——— لیکن اس کے بعد دیوبند کا دستر خوان بھی پیش کر دیں گے۔

دیوبند کا دستر خوان

کیا فیض سعادت ہے محسود ہما دیکھا
اُس شوخ کے کوچے میں جو زاغ نظر آیا

اے مرے وہ پروردگار " جس کی شان سُبحٰن، قدوس اور وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیلًا کی آئینہ دار ہے" یہ دشمنان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا ناپاک گروہ ہے۔ جو دیوالی کی پوری کچوڑی، کوّے کا گوشت، کوّے کا شوربہ، کوّے کا کوفتہ، کوّے کا شامی کباب، کوّے کا سیخ کباب، کوّے کا نرگسی کوفتہ، گائے کی اوجھڑی، بکرے کے کپورے کو غٹا غٹ کھاتے تھے اور انگلی کی لگی ہوئی نجاست کو بطور چٹنی استعمال کرتے تھے۔ اخیر میں سودی روپے سے جو ہندو دیا کو لگتا پیٹ بھر اس کا پانی پیتے تھے ———

دیوبند کے دستر خوان کا حال سنکر فرشتہ رحمت بھی اپنا منہ موڑ لے گا اور یقین رکھیے بغیر کسی تاخیر کے آپ کو وہیں پہنچا دیا جائے گا جہاں کا خون اور پیپ آپ کی خوراک کے لئے مقدر ہو چکا ہے جو دنیا میں

اوجھڑی، کوا، کپور اکھانے والے کو مرنے کے بعد اس کے سوا اور کیا دیا جائے گا؟

بات بہت پھیل گئی، ناظرین سے معذرت کے ساتھ میں پھر دبیا آتا ہوں یعنی ستر باادب سوالات دینیہ وایمانیہ کا حوالہ دے کر آنجناب نے مخدوم ملت حضور محدث اعظم ہند اور شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما پر جو ناروا اور رکیک حملے کئے ہیں —— اس کے تحقیقی جواب کے بعد اب ان پر میرا ایک الزامی سوال ہے ملاحظہ فرمائیے۔

مکالمۃ الصدرین کا ایک حوالہ —— جس گفتگو میں حسب ذیل علماء دیوبند موجود تھے۔

(۱) مولوی شبیر احمد عثمانی، (۲) مولوی حسین احمد صدر جمعیۃ العلماء، (۳) مفتی محمد کفایت اللہ سابق صدر جمعیۃ، (۴) مولانا احمد سعید سابق جنرل سکریٹری جمعیۃ، (۵) مولانا حفظ الرحمٰن ناظم عمومی جمعیۃ (۶) مولانا عبد الحلیم صدیقی، (۷) مولانا عبد الحنان (۸) مفتی عتیق الرحمٰن،

مکالمۃ الصدرین

مولوی شبیر احمد عثمانی نے جمعیۃ العلماء ہند کے نمائندہ وفد سے کہا:

"اس کے بالمقابل جو عربی مدارس کے طلباء، آپ کے شاگرد، آپ کے مرید اور دینی ماحول بلکہ مرکز دین و اخلاق میں تربیت

پلنے والے ہیں، ذرا ادھر بھی تو دیکھیے، کہ انھوں نے کیا کچھ کہا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے طلبار نے جو گندہ گالیاں اور فحش اشتہارات، اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے، جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ آپ حضرات نے اس کا کوئی تدارک کیا تھا، آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین، مہتمم اور مفتی سمیت (باستثنار ایک دو کے) بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے طلبار نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ فحش وگندے مضامین میرے دروازے پر پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں۔ کیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ اس کمینہ حرکات پر خوش ہوتے تھے۔ حریت اخبار دہلی، آجکل جو میری ذاتیات پر نہایت مضامین لکھ رہا ہے۔ کیا آپ حضرات میں سے کسی نے اس پر بیزاری کا اظہار کیا۔ اسپر سب کی آنکھیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں۔"

(مکالمۃ الصدرین ص۲۲ و ۲۳)

فرمائیے! مولوی شبیر احمد عثمانی کے کہنے پر دقد کی آنکھیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں" جو اقبال جرم کی روشن دلیل ہے" یہ پڑھ کر آپ کو بھی شرم آئی یا نہیں؟

اب مجھے دریافت کرنے دیجئے ـــــ گندہ گالیاں، فحش اشتہارات، کارٹون، ابوجہل کہنا، جنازہ نکالنا، فحش و گندہ مضامین، قتل کئے جانے کے حلف اُٹھانا، کمینہ حرکات وغیرہ، کیا ان ہی سب حرکات کی دیوبند کی چہار دیواری میں تعلیم دی جاتی ہے جسے آپ اپنا مرکز علم و اخلاق کہتے ہیں۔

اب یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جو دیوبند اپنے اساتذہ کو نہیں معاف کرسکتا، ان کا کارٹون نکال سکتا ہے، جنازہ نکال، کہتا ہے اور ابوجہل بنا کر نت نئے کمینہ حرکات سے اپنے مفتخر و معظم اساتذہ کی دل آزاری میں کوئی کسر نہیں باقی رکھ سکتا۔ تو اس مادرِ علم و ادب کا حقہ ساز سپوت حضرت محدث اعظم ہند اور حضرت شیر بیشۂ اہلسنت کو کیونکر معاف کرسکتا ہے؟

لہٰذا ـــــ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مولوی شبیر احمد عثمانی پچ مچ آپ لوگوں کی نظر میں ابوجہل تھے یا نہیں؟ ـــــ اگر تھے تو فبہا! اور اگر آپ لوگوں کی نظر میں ابوجہل نہیں تھے، تو جن جن لوگوں نے ابوجہل کہا اور اس پر جتنے لوگ خاموش رہے اور اپنی رضامندی کا اظہار کیا ان کی بابت سہارنپور اور دیوبند کے دارالافتاء کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

آپ کے ذہن کا چبھتا ہوا کانٹا دور کرنے کی خاطر اس امر کا اظہار بھی ناگزیر ہے کہ "ستر باادب سوالات" کی عبارت درج کیوں نہیں کی گئی۔

سنئے اس کی حیثیت حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، تقویۃ الایمان، مرثیہ گنگوہی، مکالمۃ الصدرین یا ارواح ثلٰثہ جیسی نہیں ہے۔ یہ وہ کتابیں ہیں جن سے آپ کو کل بھی اتفاق تھا اور آج بھی ہے اور اس کے

مسلسل ایڈیشن شائع ہوتے رہتے ہیں ——————

برخلاف اس کے ستر باادب سوالات وہ ایک ہنگامی وعبوری دور کی کتاب ہے، آپ کے کسی مواخذہ کے بغیر ہم خود اس کا فیصلہ کر کے بشارۃ عظمیٰ کے ذریعہ اس کا اعلان کرتے ہیں۔ اب جبکہ وہ شرعی طور پر تلافی مافات کی حدود سے گزر چکی ہے تو اس کا تذکرہ ہی عبث و بیکار ہے۔ مگر آپ حضرات مابہ النزاع عبارات کی تائید وحمایت کرتے رہتے ہیں اور ان کتابوں کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے جب تک آپ اپنی کفریات پر مُصر رہیں گے۔ اس وقت تک اہلسنت کا تازیانۂ قلم آپ کی پشت کو خون آلود کرتا رہے گا —— اور ان عبارات کا ذکر کر کے ان پر محاسبہ کیا جائے گا۔

اپنے حق میں غنیمت جانئے اس عہد کو ورنہ اگر عہد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا تو درۂ فاروقی اچھی طرح آپ کی خبر لیتا اور سیف ذوالفقار نے کام ہی تمام کر دیا ہوتا ——————

یہی وجہ ہے کہ پھر اس کے بعد آج تک "ستر باادب سوالات" کا کوئی ایڈیشن شائع نہیں کیا گیا چونکہ اساطین اہلسنت نے اسے کھنگال کر اس کا شرعی فیصلہ کر دیا ہے۔ لہٰذا اگر آپ نے یہ سوال اُٹھایا تو اسے قیاس مع الفارق کہا جائے گا ——————

ورق الٹئے اور ٹانڈوی صاحب کا ایک ادب بے تکا اعتراض ملاحظہ فرمائیے! ——————

بوکھلاہٹ کی مُنہ بولتی تصویر!

سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کی ایک گمراہ و گندہ صورت!

"عالمِ دین کے قدموں پر بُوسہ دینا سُنّت ہے۔"

(احکام شریعت صفحہ ۵۰ ج ۲ - بحوالہ حقہ صنا)

اس عبارت پر آپ نے تبصرہ کرکے اپنی کٹ حُجتی، بوکھلاہٹ اور علمی بے مائگی کا ایک اور ثبوت دیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے جناب کا تبصرہ

"عالمِ دین کی قدمبوسی کیسے وکیوں سُنّت ہے، اس کا بارِ ثبوت تو رضا خانیوں کے ذِمّہ ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کا سُنّت ہونا بالکل غلط وجھوٹ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسلئے اعلٰحضرت بریلوی کا عالمِ دین کے قدمبوسی کو سُنّت قرار دینا غلط وجھوٹ ہے بلکہ اپنے اقتدار اور ترفع وتعلّی کے لئے ایک نشان ہے تاکہ عام مسلمان اس کو سُنّت سمجھ کر آپ کی اور آپ کے شکمی وغیر شکمی اولاد کی خوب خوب قدمبوسی کریں۔"

(حقہ صد ۱۰ و ۱۱)

آنکھیں کھولئے، چوندھیایئے نہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔ فتاوٰی رشیدیہ۔

سوال — کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا اور پاؤں پکڑنا اور چومنا تعظیماً درست ہے یا نہیں؟

جواب ــــ تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا، ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے، حدیث سے ثابت ہے۔
(فتاوی رشیدیہ جلد اول ص۵)

سوالات تین ہیں جن میں سے دو کا جواب تو مل گیا یعنی تعظیماً دیندار کے لئے کھڑا ہونا اور پاؤں چومنا البتہ پاؤں پکڑنے کا جواب ندارد۔
لہٰذا اب تھانہ بھون کی خانقاہ پہنچیے۔ وہ خانقاہوں کا الگ الگ مذاق ہے، کہیں چوما جاتا ہے اور کہیں پکڑا جاتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

"بنگال میں یہ معمول ہے لوگوں کا کہ دوڑے اور پیر پکڑے۔ میں نے منع کیا کہ پاؤں پکڑنا مناسب نہیں، مصافحہ کرنا سنت ہے، یہی کافی ہے مگر نہ مانے میں نے یہ کیا کہ جو مرے پیر پکڑتا میں اس کے پیر پکڑتا" ــــ
(افاضات الیومیہ ج ۱۔ ص۲۸۳)

بہرحال اب تو حوالے کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا کہ خانقاہ گنگوہ میں چومنے کا رواج ہے اور خانقاہ تھانہ بھون میں پکڑنے کا معمول ہے۔ یہ تو اپنا اپنا ذوق ہے۔ اس پر کوئی پہرہ نہیں بٹھا سکتا ہ

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

لہٰذا ــــ اب ٹانڈوی سے یہ دریافت کرنا ہے کہ گنگوہی صاحب کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ یہ ان کی من گڑھت بات ہے جسے حدیث کہکر اپنا ٹھکانا جہنم میں

یا واقعی یہ حدیث ہے ؟ تو صحیحین میں ہے یا صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں یا صحاح کے علاوہ کسی اور کتاب میں ۔ پھر اگر حدیث ہے تو مرفوع یا موقوف وغیرہ ۔ اس کے راویان حدیث کون کون ہیں ؟ جملہ راویان حدیث ثقہ و عادل ہیں یا ایسا نہیں ہے ؟ عام محدثین نے اسے کس باب میں شمار کیا ہے ؟

بہر حال اب تو یہ کوا خوروں کے ذمہ ہے کہ وہ اس حدیث ہونے کا ثبوت بہم پہنچائیں کہ ان کے مطاع عالم جن کی اتباع پر ہدایت و نجات موقوف ہے یعنی گنگوہی صاحب نے اسے کیونکر حدیث کہا ——— !

پھر اس معمول میں آپ گنگوہ کے متبع ہیں یا تھانہ بھون کے ، چوم چاٹ کی عادت ہے یا بکڑنے کی ؟

پھر قدم بوسی کو آپ سُنّت مؤکدہ سمجھتے ہیں یا غیر مؤکدہ ، اگر مؤکدہ سمجھا تو کیوں ؟ اور غیر مؤکدہ جانا تو کیوں ؟ اور اگر خارج از معمول ہے تو گنگوہی صاحب کی بتائی حدیث سے بے اعتنائی کیوں ——— ؟

اپنے سر پر ہاتھ رکھکر دیکھئے ۔ جبہ یا سلامت ہے یا نہیں ——— ؟ بہار شریعت ، فتاویٰ رضویہ ، احکام شریعت کے سمجھنے کی اُمنگ ہو تو کچھ دنوں کہیں جاکر عقل کی بھیک مانگئے ۔

کجا سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کہاں آپ جیسا طفل دبستاں ۔

کٹ حُجّتی کا ننگا ناچ

آپ نے ایک اور بھی فضول بکواس کی ہے چنانچہ شبانہ روز کی کاوشوں کے بعد جو آپ نے حقہ تیار کیا ہے اس کے صفحہ ۵ پر آپ رقمطراز ہیں:

ایک مرید صاحب لکھتے ہیں ــــ "ان کے (اعلیحضرت بریلوی کے) زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔"

(وصایا شریف ص۲۴، بحوالہ حقہ ص۵)

میں نے گزشتہ صفحات میں بڑی صراحت سے آپ کو متنبہ کیا ہے کہ آپ کو اپنے قلت مطالعہ پر ماتم کرنا چاہئے۔ مثلاً ستر باادب سوالات تو آپ کو مل گئی لیکن بشارۃ عظمیٰ سے بے خبر رہے یا یہ کہ اصلاح بہشتی زیور پر آپ نے نشتر زنی کی مگر یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کا مصنف کون ہے؟ بس بے خبری کا وہی عالم یہاں بھی ہے۔

آپ کو ابو العلائی پریس آگرہ کی مطبوعہ وصایا شریف تو دستیاب ہو گئی لیکن اس کا وہ ایڈیشن جس میں اس کی تصحیح کر دی گئی ہے اسے حاصل کرنے کی آپ نے زحمت ہی نہ اٹھائی۔

آگاہ باش

اب آپ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ۱۳۵۵ھ میں جس کا تاریخی نام "قہرِ خداوندی [illegible]"
ہے ـــــ ! ۵۵ ھ ۱۳
جسے منشی مصطفےٰ خانصاحب مرحوم قادری برکاتی قاسمی نے اپنے اہتمام سے یونیورسل لیتھو پریس بمبئی نمبر ۲ میں چھپواکر بھساری محلہ ۱۴۵ بمبئی نمبر ۲ سے شائع کیا ہے۔
اس کے صہ ۶ کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

"وصایا شریف کے صہ ۲۴ کے جس مضمون پر اعتراض ہے اس کے متعلق حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب قبلہ سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس مضمون کا بیان غلط شائع ہو گیا ہے جس کی وجہ یہ کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا اور اہم کاموں میں مری مصروفیت و مشغولیت کے سبب رسالہ بغیر مری تصحیح کے شائع ہو گیا اصل عبارت یہ تھی ـــ (زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباعِ سُنّت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا)"

چنانچہ اس وقت جو وصایا شریف مرے سامنے ہے اس کے صفحہ ۲۴ پر بعینہٖ یہی اصلاح شدہ عبارت درج ہے جس کی جدید رضوی کتب خانہ بازار صندل خاں سے اشاعت ہوئی ہے۔

بہرحال آپ کو علمائے اہلسنّت کے اس منصفانہ و حقیقت پسندانہ طرزِ عمل سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ ہم نے جس عبارت کو غیر محمود و ناپسندیدہ اور قابلِ احتراز سمجھا اس کے اخراج میں ننگ و عار محسوس نہیں کیا۔ واضح رہے

اسے ہم نے اپنی ہتک نہیں بلکہ اسی اسلوب بیان اور طرز نگارش کو ہم حق پرستوں کا طغرائے امتیاز جانتے ہیں۔ تاریخ اور واقعات شاہدِ عدل ہیں۔ ہمارے سلف کا یہی معمول رہا۔ خدا کا شکر ہے ہم ان کے خلف ہیں ناخلف نہیں ہیں۔ ہم نے اتحاد بین المسلمین اور نجاتِ اُخروی کی خاطر نخوت پسند مزاج کو ہمیشہ اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے پامال کر دیا ہے اور آپ بھی یقین کر لیجئے کہ سلامتی کا یہی راستہ ہے جسے علمائے اہلسنت نے اختیار کر رکھا ہے۔

اس کے برخلاف اپنے اسلاف و اکابر کا طرزِ عمل دیکھئے حفظ الایمان، تحذیر الناس، تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ کی گندہ ایمان سوز کفری عبارات پر ہر چند مطالبے کے باوجود آج تک کان پر جوں تک نہ رینگی ـــــ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچئے کہ حق پرستوں اور باطل پرستوں میں کتنا بون بعید ہے۔

علاوہ ازیں ـــ وصایا شریف کی جس عبارت پر آپ لوگ چراغ پا ہوئے تھے وہ اعلیٰحضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد و فرمان نہیں ہے، بلکہ ان کے کسی خوش عقیدہ مرید نے کہا جو کتابت کی غلطی سے غلط چھپ گیا۔ مطلع ہوتے ہی اس کے فوراً بعد دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی گئی

اب ذرا ہوش سے کام لیجئے۔ ہمارا مطالبہ تھانوی، گنگوہی، نانوتوی کے مریدین سے نہیں ہے بلکہ براہ راست اساطین دیوبند کی کفری عبارات پر ہمارا مواخذہ و محاسبہ ہے۔ فرمایئے کیا ان دونوں میں بعد المشرقین نہیں ہے؟

چنانچہ ـــــ اس کج فہمی کا نتیجہ ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے تحت

حفظ الایمان وغیرہ دیوبندی کتابوں کی کفری عبارات پر جب بات بنائے نہیں بنتی تو مناظرہ کے عنوان سے بے عنوانی برتتے ہوئے، شاطرانہ چالیں استعمال کرکے آپ لوگ مدینۃ الرسول اور نغمۃ الروح کے اشعار کو مقابلے میں پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی معلومات میں اضافہ کی خاطر اسے سپردِ قلم کیا جاتا ہے جسے آپ نوٹ کرلیں کہ " نغمۃ الروح " کس کی ہے؟

گونڈل، کاٹھیاوار کا ایک شہر ہے۔ وہیں کے رہنے والے میمن حاجی عبدالستار اسماعیل قادری رضوی جو نہ کوئی عالم تھے نہ مفتی، نہ مدرس، نہ مفسر نہ محدث، نہ مقرر، نہ مناظر، سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مُرید، البتہ رنگون کی سرزمین کو تھانوی سے پاک صاف کرانے میں ان کا نمایاں ہاتھ تھا ——— یہ نغمۃ الروح انھیں میمن حاجی عبدالستار اسماعیل کی ہے۔ جس کے اشعار بہت ہی صاف اور واضح ہیں جس کا مفہوم یہی ہے کہ

(کہ اے احمد رضا ہماری دعا ہے کہ آپ کا اور سارے جہاں کا خدا آپ کی نسل پاک سے آپ کا ہم رتبہ عالم پیدا فرمائے جو آپ ہی کی طرح دین پاک مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کرنے والا ہو۔)

اس کے باوجود اگر یہ اشعار آپ کی سمجھ میں نہ آئیں تو اسے آپ نوٹ کرلیجے۔ کہ حاجی عبدالستار جیسے سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لکھوکھا مرید ہونگے ان میں سے ایک ایک کی ذمہ داری اکابر علماء اہلسنت پر نہیں آتی ــ ایسے حضرات نہ تو ایوان سنیت کے ستون ہیں اور نہ ہی ان کے اقوال وافعال معیار

حق میں سند و دلیل، لہٰذا اُن اشعار کو ہر چند صحیح اور مبنی بر حق سمجھتے ہوئے اسکی بابت کسی بھی کج بحثی کو ہم قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اصل بحث سے آپ حضرات کا گریز و فرار ہے اور اپنے لیے محض تضیع اوقات۔

اَب رہ گیا' مرثیہ گنگوہی' اور قصائد قاسمی وغیرہ کا معاملہ، اگر آپ میں جُرأت ہو تو اس کا اعلان کر دیجیے، کہ ——————

مولوی حسین احمد کے اُستاذ مولوی محمود الحسن کا شمار عمائد دیوبند میں نہیں ہے، وہ محض ایک عامی انسان تھے، نہ عالم تھے، نہ مدرس، نہ مناظر، نہ مفسر نہ محدث، نہ مفتی بلکہ ایک ناخواندہ، جاہل اور گنوار تھے ——————

یقین کر لیجیے —! اس اعلان کے بعد مرثیہ گنگوہی کو ہر چند پُر از لغویات، غلط و بیہودہ اور مجموعہ خرافات سمجھنے کے باوجود ہم اپنے ان بنیادی مطالبات کو اُسپر سے اٹھالیں گے جو کسی جماعت کے ذمہ دار سے کئے جاتے ہیں۔

اگر آپ کا ضمیر بالکل ہی نہ مرچکا ہو، زندگی کی کوئی حس باقی ہو تو اسے ٹٹولئے اور اس کا فیصلہ حاصل کیجیے کہ ایک طرف ایک سوداگر و تاجر کے اشعار اور اُس کے بالمقابل صدر دیوبند کے اشعار؟

اس تقابل میں تو آپ نے خود ہی اپنے اکابر کی مٹی پلید کر ڈالی اور وحشت و پریشانی میں دماغی توازن بگاڑ کے اپنا بھرم کھو دیا ———— !

جب بات آہی گئی ہے تو جناب کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن سابق صدر دیوبند کے مرثیہ گنگوہی کے چند اشعار بغرض تفریح طبع آپ کی ضیافت کرا دی جائے۔

مرثیۂ گنگوہی

(۱) حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

نوٹ : گنگوہی صاحب دین و دنیا کے حاجت روا تھے، دیوبندی نہ تو خدا سے مانگتا ہے اور نہ رسول سے اور نہ غوث و خواجہ سے اس کی حاجت روائی کے لئے خانقاہ گنگوہ بہت کافی ہے ۔

(۲) پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینہ میں تھے ذوق و شوق عرفانی

کسی نے سچ کہا ہے ۔

جو بد نصیب راندۂ درگاہِ یار ہو !
کعبہ بھی اس کے واسطے دارالاماں نہیں

نوٹ : نہ تو طواف کعبہ میں جی لگا اور نہ ہی مدینہ منورہ جانے کو جی چاہا، خدا کے گھر پہنچکر بس ! ہائے گنگوہ ! ہائے گنگوہ ! کی رٹ تھی ذوقِ عرفاں کی کتنی ...... تصویر ہے ۔

(۳) مُردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

نوٹ : اس میں حضرت مریم کو کھلا چیلنج ہے کہ حضرت عیسیٰ تو صرف مردوں کو زندہ کرتے لیکن ہمارے پیر مغان تو آخور گنگوہی صاحب ایں دونوں

مُردوں کو زندہ کرتے اور زندوں کو مرنے نہ دیتے یہ اور بات ہے کہ خود مر گئے اور مر کر مٹی میں مل گئے ۵

(۴) تمہاری تربتِ انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اَرِنی مری دیکھی بھی نادانی

نوٹ: گنگوہی کی قبر کو کوہ طور کہا، اپنے کو موسیٰ اور گنگوہی صاحب کو رب "خدا" کہا اور کھڑے ہو کر اَرِنی کی صدا لگائی۔
نغمۃ الروح کے صاف اور واضح شعر پر لنگوٹ باندھ کر "ھَل مِن مبارزٍ" پکارنے والوں نے گنگوہ کے اس خدا کو دیکھا یا نہیں جو قبر میں چھپا ہوا ہے ۵

(۵) زباں پر اہلِ اھوا کی ہے کیوں اُعلُ ھُبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

نوٹ: مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے وعظ ذکر الرسول مطبع انتظامی کانپور کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے کہ "بانیٔ اسلام خدا تعالیٰ ہے" —— لہٰذا اب شعر کا یہ مطلب ہوا کہ گنگوہی صاحب خدا کے ثانی تھے —— یعنی خدا ۱ اور خدا ۲

(۶) قبر سے اٹھ کے پکاروں جو رشید و قاسم
بوسہ دیں لب کو مرے ملک و رضواں دونوں

نوٹ: صدر دیوبند قبر سے اٹھ کر یا اللہ یا رسول نہیں پکاریں گے بلکہ یا رشید احمد - یا قاسم - کا نعرہ بلند کریں گے —— اسے کہتے ہیں دیوبند کی توحید خالص؟ —— ہاتھی کے دانت دکھانے

کے اور کھانے کے اور یارسول - یا علی - یا حسین - یا غوث - یا خواجہ پکارنے والوں پر شرک وبدعت دونوں کے فتوے - اور یارشیداہ ویاقاسماہ کہنے والا سچا پکا موحد ـــ ع

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(۷) | بن گئے اُن کے تصدق سے مقامِ محمود
کیوں نہ نانوتہ و گنگوہ ہوں نازاں دونوں |
|---|

نوٹ : قرآن کریم میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے متعلق ارشاد ہے : "عسیٰ ان یبعثلک ربک مقاماً محمودا" عنقریب اے محبوب! بھیجے گا تم کو تمہارا رب تعریف کے مقام میں۔)

اذان کی دعا میں مسلمان پانچ وقت یہ کہتا ہے :ـــــ

"وابعثہ مقاماً محمودا" قرآن تو مقام محمود کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص بتائے اور دیوبندی گنگوہ ونانوتہ کو مقام محمود بتائیں۔ تقویۃ الایمان کی اصطلاح میں اسی کو کہتے ہیں :

"بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھدینا۔"

الزام تراشیوں کا رقص برہنہ

سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام کی ایک اور ننگی تصویر ملاحظہ کیجئے :

" اور میرا دین و مذہب جو مری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے "۔

(وصایا شریف ص۱ بحوالہ مقدمہ ص۱۱)

کسی بھی تبصرہ سے پہلے مناسب ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنے گھر کا ایک حوالہ اپنے ذہن میں نوٹ کر لیں تاکہ اس آئینہ میں اپنی صحیح تصویر آپ کو نظر آجائے۔

" جن کو مولانا خلیل احمد نے تحریر فرمایا ہے .... واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے اور ان سب کو مذہب قرار دیا جائے "

(المہند ص۵۰)

اسی کو کہا جاتا ہے " اینٹ کا جواب پتھر ہے "۔

معلوم ہوا کہ ابھی اونٹ نے پہاڑ نہیں دیکھا۔

یہ تو ایک ایسی منھ بولتی عبارت ہے کہ دیوبند کا مذہب قرآن و حدیث نہیں بلکہ وہ ہے جسے مولانا خلیل احمد نے تیار کیا ہے۔ گویا المہند سے پہلے دیوبند کا کوئی مذہب ہی نہیں تھا بس یونہی ڈانواڈول اور تھالی کا بینگن، اگر میرا دین و مذہب کا یہی مفہوم ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی سے ہٹ کر جو

خانہ ساز ہو تو مولانا خلیل احمد کی تحریر کو مذہب بنالے کا کیا مفہوم ہوگا؟
ماھو جوابکم فھو جوابنا۔

علاوہ ازیں قبر میں منکر نکیر جب یہ سوال کریں گے کہ مَا دینکَ۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب میں کہے گا "میرا دین تو تیرا دین" اور "میرا دین" کا کیا مفہوم ہے کہ جو دین تو نے بنایا تھا یا جو دین میں نے بنایا تھا......

عقل کے ناخن لیجئے اور ہوش کے دامن تھامئے، الزام تراشی میں اتنے بھی حواس باختہ نہ ہو جایئے کہ خود آپ کے مسلمات پر حرف آجائے۔

اس مقام پر سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں میرا جو مسلک وعقیدہ میری کتابوں سے ظاہر وباہر ہے، اس کے اختیار کرنے میں غفلت نہ برتنا، چونکہ فرض عبادات سے زیادہ اہم عقیدے کی صیانت وحفاظت ہے، اس لئے کہ اعمال کی ترتیب صحیح عقیدے ہی پر منحصر ہے مثلاً ایک غیر مسلم نے ہاتھ دھویا، منھ دھویا، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا، سر کا مسح کیا، پاؤں کو ٹخنے تک دھویا۔ فرمایئے اسے وضو کہیئے گا یا کلی داتون کرنا؟

معلوم ہوا کہ وضو سے پہلے ایمان چاہیئے ورنہ لفظاً ہر سارے ارکان ادا کرلئے گئے، مگر اسے وضو نہ کہا جائے گا ——— ایمان وعقیدے کی یہی وہ فلاسفی ہے جس کی تاکید امام اہلسنت نے فرمائی ہے۔ چنانچہ قبر میں منکر نکیر کا سوال نماز وروزہ سے متعلق نہیں ہوگا بلکہ آخری سوال تو یہ ہوگا کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو یا نہیں؟ پہچاننے والا

تو انتہائی بہجت و مسرت میں دامن کرم تھام کر ھٰذا نبینا کا نعرہ بلند کرے گا، البتہ جس نے مر کر مٹی میں ملنے والا، بڑا بھیا، گاؤں کا چودھری، اور اپنا ہی جیسا معمولی بشر سمجھا ہے وہ انتہائی حسرت و یاس کے عالم میں کلیجہ پیٹتا ہوا ھاھا لا ادری، افسوس افسوس مجھے نہیں معلوم کی چیخ و پکار کرے گا اور اگر تھوڑا بہت ہوش رہا تو یا رشید اہ دیا قاسماہ چلاتا ہوا نالہ و شیون برپا کرے گا۔

چنانچہ آپ ہی کے بھائی بند، تبلیغی جماعت کے سرگرم کارکن جناب مولانا شاہ عبدالرحیم کا کہنا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :۔۔۔۔

"صحیح عقائد مدار نجات ہیں اعمال مدار نجات نہیں۔"
(اصول دعوت و تبلیغ صد ۳۲)

معلوم ہوا وصایا شریف کی عبارت میں اسی راز سربستہ کو امام اہلسنت کے ناخن تدبیر نے کھولا ہے۔

ورنہ آپ کی مثال تو "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کی ہے۔
امام اہلسنت کا نام سنا اور اعتراض کی بد رگ پھڑک اٹھی جس کی مثال وصایا شریف کی حسب ذیل عبارت سے ہے :۔۔۔۔

"نمبرا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں دو تین بار ان اشیاء میں سے کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی، اُرد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم، گوشت

بھری کچوڑیاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل اور دودھ کا برف الخ ۔" (وصایا شریف صہ)

یہ تو اپنا اپنا نصیبہ ہے اور اپنی اپنی تقدیر ہے کہ کسی کو مرغ بریانی، مرغ پلاؤ وغیرہ ملتا ہے اور کسی کو کوے کا شوربہ، کوے کا کباب، گائے کی دوجھڑی، بکرے کے کپورے۔ سیب کے پانی، سوڈا بوتل اور انار کے پانی بجائے ہندو کے سودی روپئے کے پیاؤ کا پانی۔ بہرحال آپ اگر فاتحہ کے قائل ہیں تو آپ ہی کی پسندیدہ چیزیں آپ کو بھیجی جائیں گی اور اگر فاتحہ کے قائل نہیں تو ایسے لوگوں کے لئے یہ فقرہ زباں زد خاص و عام ہے :—
—"مرگیا مردود جس کا فاتحہ نہ درود" — اب فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے، اپنی پسند کے مطابق جس زمرے میں چاہیئے اپنے کو شمار کرلیجئے۔

اس کے باوجود اگر سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت پر آپ کا دماغ بوجھل ہے تو تنقیہ دماغ کیلئے مولانا تھانوی کی وصیت ملاحظہ فرمایئے۔

تھانوی صاحب فرماتے ہیں :—

"مرے بعد بھی مرے تعلق کا لحاظ غالب ہو، وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (بیوی صاحبہ) کیلئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہوگی ۔"
(تنبیہات وصیت صہ ۲)

غور فرمایئے ! دونوں وصیتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے —

اعلیحضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت میں فاتحہ کے ذریعہ جیسے غرباء مساکین کی خاطر و تواضع اور ان کو آرام رسانی کا جذبہ غالب ہے تاکہ گاہے گاہے فاتحہ کے وسیلے سے غیر مستطیع و نادار لوگوں کو عمدہ چیزیں ملتی رہیں۔

اس کے برخلاف تھانوی صاحب کو نہ تو غرباء و مساکین کا خیال ہے نہ مفلس اور ناداروں کا انھیں تو بس ہائے بیوی۔ نہ خدا پر توکل ہے اور نہ عالم اسباب پر قناعت و بھروسہ۔ تھانوی صاحب کی کھیتی تو ان کے مریدین ہیں۔ انھیں پر توکل ہے اور وہی مریدین حاجت روا ہیں۔

علاوہ ازیں مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان کے پہلے سوال کے جواب میں آٹھ جگہ لکھا ہے "ہماری شریعت۔" تو کیا وہ تھانوی صاحب کی لائی ہوئی شریعت ہے؟ اب فرمایئے کیا حکم ہے تھانوی صاحب پر۔

بہر حال اس بیکسی و بے بسی کے باوجود آپ کے تیس مار خاں ہونیکا یہ حال ہے کہ موانواں ضلع اناؤ کی ہزیمت و شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے آنجناب نے اپنی قلمبند کردہ روداد کو فتح و نصرت کا سچا واقعہ قرار دے کر آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعیٔ ناکام کی ہے۔

یہاں بھی تم نہ چوکے آخر اپنی خود نمائی سے

جھوٹ کا پلندہ

غ ۔ قول ہے ابلیس کا مرے بھی یہ تو باپ ہیں

جناب کا ایک سفید جھوٹ ملاحظہ فرمائیے۔

"اس وقت مولوی حشمت علی اور مولوی حبیب الرحمٰن کٹکی و دیگر رضاخانی مولویوں کا (جو اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے) آپس میں ایک دوسرے کو سراسیمگی و حواس باختگی کے عالم میں مبہوت و متحیر ہو کر گھورنا قابل دید سماں اور قابل رحم منظر پیش کر رہا تھا۔"

(عقہ ص۲۶)

اسی کو کہتے ہیں ' اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے ۔ خدا غریق رحمت فرمائے شیر بیشۂ اہلسنت علیہ الرحمۃ اور اُنکے فیضان کرم کا سلسلہ جاری رکھے ۔ یہ وہی شیر غراں تھا جس کی ایک گرجتی آواز میں آپ کے اکابر تے اپنے مُنھ کا خون اُگل دیا ہے اور جس کا نام سنتے ہی آپ جیسوں کا حال خراب ہو گیا آج اُن کے پردہ فرمانے کے بعد آپ مونچھوں پر تاؤ دے رہے ہیں ——

کل کی بھیگی بلّی آج میاؤں کر رہی ہے ——— !

اچھا اگر ایسا ہی ہے تو ابھی زیادہ سے زیادہ دو یا تین برس کا واقعہ ہے کہ کمہار ٹولی ضلع پورنیہ کے دیوبندیوں نے بسلسلۂ مناظرہ آپ کو بلوایا تھا۔ شیخی بگھارتے ہوئے آپ محض روپیہ اینٹھنے اور اپنی جیب گرم کرنے کی خاطر وہاں پہونچ گئے ——— لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ استاذ الاساتذہ

بحرالعلوم، شیخ طریقت، سیدالمناظرین، مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ اپنی علالت کے باوجود اڑیسہ سے میدان[1] مناظرہ میں پہنچ گئے ہیں تو جناب درد شکم کا بہانہ کرکے چارپائی توڑتے رہے۔ میدان مناظرہ تک پہنچنا تو درکنار گھر سے باہر نکلنے کی نوبت نہ آئی اور بابو رفیق عالم ایم ایل اے وغیرہ کی منت وسماجت کرکے دفعہ ۱۴۴ نافذ کروائی۔

حد تو یہ ہوگئی کہ سنیوں نے جب لاؤڈ اسپیکر پر درود وسلام پڑھنا شروع کیا تو دیوبندیوں نے علی الاعلان کہا کہ ہم درود وسلام بھی نہ پڑھنے دیں گے۔ سنیوں کا میدانِ مناظرہ اس قدر کھچا کھچ بھرا تھا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی اور آپ کے یہاں دھول اڑ رہی تھی، سناٹا ہی سناٹا تھا۔ ہاں آپ کے شکمی درد کے باعث آپ کے پاس تیمارداروں اور بعض مخصوص فن کارد معالجین کی آمد ورفت تھی۔

البتہ جب آپ کو دفعہ ۱۴۴ کا یقین ہوگیا تو سنتے ہی درد جاتا رہا اور مرغ مسلّم اڑا سکے اور تر خرے تک سوڈا واٹر پی کے جیب گرم کی اور رفو چکر ہوگئے۔ یہ ہے آپ کی شکست وہزیمت کا عالم شباب، پھر بھی مشیخت کا یہ عالم کہ ہم جیتے ہوئے ہیں۔

---

[1] اس مناظرہ میں حضرت مجاہد ملت کے علاوہ مخدوم ابن مخدوم حضرت مولانا رحمانی میاں صاحب قبلہ اور حضرت مولانا محمد حسین صاحب سنبھلی بھی پہنچے تھے مقامی علماء میں طوطی بہار مولانا ابوالعلاء صاحب، مولانا رستم علی صاحب اور مولانا [illegible] الدین صاحب اور بہت سے علماء اہلسنت تھے۔

اچھا اب سُنئے۔ اگر سورانواں میں حضرت مجاہد ملت آپ کو دیکھکر پریشان ہو گئے تھے تب تو یہ اچھا موقع آپ کے ہاتھ آیا تھا کہ نام سنتے ہی حضرت مجاہد ملت کی قیام گاہ پر پہنچ جاتے اور موراوانوں ضلع اناؤ کا حوالہ دے کر پھر وہیں سے مناظرہ شروع کر دیتے جہاں بقول آپ کے ان کی ہزیمت ہوئی تھی۔

لیکن یہاں تو الٹا معاملہ ہے کہ حضرت مجاہد ملت ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح گرج رہے ہیں اور آپ بھیگی بلی کی طرح دبک کر درد شکم میں مبتلا ہو گئے ——— معلوم نہیں کون سا درد تھا جب آپ کو قریب المدت کا علم تھا تو اتنا طویل سفر ہی نہیں کرنا تھا ؎

وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلے نظر آتا ہے

چھوٹا منھ اور بڑی بات ! ———

ابھی آپ تو طفل مکتب ہیں۔ حضرت مجاہد ملت کے جلالت علم، علوئے مرتبت، وسعت معلومات، اور عام فنون میں ان کی ہمہ دانی اور عظمت و برتری کا حال معلوم کرنا ہو تو اپنے اکابر ہی سے استفسار و استمزاج کیجئے اگر انھوں نے انصاف کا خون نہ کرتے ہوئے بخل سے کام نہ لیا تو وہ بھی اسکی تائید و توثیق کریں گے کہ مجاہد ملت جیسا مرد درویش علم کا موجیں مارتا ہوا سمندر اور اپنے عزم راسخ کا کوہ گراں ہے جو اپنے ترفع درجات میں اوجِ ثریا سے

بھی آ گئے ہے۔ وہ بیک وقت سرتاج مدرسین، امام المناظرین، غزالیٔ دوران، فقیہ زماں، ہیں جنھیں معقول و منقول کے جملہ متون، حواشی و شروح اور ان کی دیگر متعلقات پر دستگاہ کامل اور بصیرت تام حاصل ہے وہ اس ملک کا ایک مرد آہن ہے جس کی سیاسی و علمی بصیرت کے اپنے و غیر سبھی قائل ہیں۔

اگر ہو سکے تو لکھنؤ جا کر مولوی منظور احمد نعمانی سے استفادہ کیجئے۔ ان کے واقعات کی زنبیل میں ایسے بہت سے شواہد ہوں گے جس سے آپ کے اوہام باطلہ کا صحیح علاج ہو سکے گا ــــــ حضرت مجاہد ملت اس شعر کی زندہ مثال ہیں ؎

سر آمد روزگار ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ نآید

فریب کا مال گودام

معلوم ہوا کہ آپ جس مرض میں مبتلا ہیں اس نے آپ کو کہیں کا نہ رکھا اسی کا لازمہ ہے کہ آپ کی زبان طعن نے کسی کو محفوظ نہیں رکھا۔

چنانچہ خطیب شہیر، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، سند العلماء، سید الاتقیاء، صدر الاصفیاء شیخ المشائخ سید حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تنقید و تبصرہ کرتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں: ــــــ

"اکابر سلف میں جو ہستیاں اس لقب (محدث) سے موصوف ہو کر

مشہور رہوئی ہیں، وہ تمام علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہونے کے باوجود علم حدیث و خدمت حدیث میں اپنی تمام عمر صرف کردی تھی۔ اگر ایک طرف وہ ہزارہا لکھوکھا الفاظ حدیث کے حافظ تھے تو اس کے مطالب پر کافی عبور حاصل تھا۔"

(حقہ ص ۳۶)

مجھکو اس سے بحث نہیں کہ آپ نے مذکورہ سطروں میں "محدث" کی تعریف کی ہے یا علامت و پہچان بتائی ہے یا محض گورکھ دھندے کا معجون مرکب ہے۔ بہرنوع اس کا ناظرین کو یقین ہوگیا کہ آپ بہتان بندی، الزام تراشی دھوکہ دہی اور فریب خوردگی کے ایک مستقل مال گودام ہیں جس میں سڑے گلے سستے اور گھٹیا مال کی کوئی کمی نہیں۔

محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کسی بھی ملک اور جماعت کو ایسے مقتدر اور قدسی صفات نفوس بہت کم ملتے ہیں جیسا کہ حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ دنیائے اسلام کے ایک ممتاز و یگانہ روزگار فرد تھے۔

جودت طبع، ذکاوت و فراست، تبحر علمی، منفرد انداز خطابت، زور بیان، طلاقت لسان کی نقید المثال یادگار تھے۔ غرضیکہ اپنے جملہ اوصاف محاسن و محامد میں خداداد صلاحیتوں کے مظہر و نمونہ تھے۔

حق تو یہ ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھے چشم فلک نے بھی ایسی نادر روزگار ہستیوں کو بہت کم دیکھا ہے۔

درسیات سے تکمیل فراغت کے بعد آپ نے حضرت محدث سورتی اور حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے حدیث کی خصوصی سند و اجازت حاصل فرمائی۔

ویسے تو ہر فن میں آپ وحید عصر اور اپنے معاصرین میں فخر اماثل تھے۔ لیکن "حدیث" آپ کا خصوصی فن تھا۔

آپ صرف احادیث کے حافظ ہی نہیں تھے بلکہ اسمار الرجال پر آپ کو عبور کامل اور ید طولیٰ حاصل تھا، اسقدر تو فن حدیث کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ فن حدیث میں اسمار الرجال ہی سب سے اہم اور کٹھن شعبہ مانا جاتا ہے۔

ایک حدیث کا یاد کرنا اتنا دشوار نہیں جتنا کہ اس حدیث کے راویوں کے حالات کا حافظ کی گرفت میں اسیر بنانا دشوار ہے۔

شہنشاہ خطابت حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے اس فن میں اس حد تک منفرد و ممتاز تھے کہ کبھی بھی اکابر دیوبند کو منھ لگنے کی ہمت نہ پڑی، وہ اس حقیقت پر مطلع تھے کہ یہ ایک ایسے فن کے تاجدار ہیں جس خزانے کی ایک کانی کوڑی بھی ہمارے کیسہ میں نہیں ہے ورنہ اگر محض ڈھول کا پول ہوتا تو راہ چلتے اس کا دامن تھام لیا گیا ہوتا۔

وہ زندگی بھر اپنے زبان و قلم سے ایوان دیوبندیت پر اٹیم بم برساتے رہے لیکن دیوبندے نے اپنی کوکھ سے کسی ایسے سورما کو نہیں جنا جو ان کے لئے

ان کا مقابل بن سکتا۔ حضرت سعدی کا یہ شعر سب کے پیش نظر رہنا چاہیئے

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد
ساعد سیمیں خود را رنجہ کرد

غرضکہ وہ زندگی بھر شرق سے غرب، جنوب سے شمال تک بادل کی طرح گرجتے اور بجلی کی طرح تڑپتے رہے لیکن ان کی حدیث دانی پر کوئی انگشت نمائی نہ کر سکا۔ آپ کو اس کا سابقہ نہیں پڑا، اہل علم سے دریافت کیجئے۔ حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کبھی فن حدیث کو اپنا موضوع سخن بناتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ایک آنکھ بخاری کے صفحات پر اور دوسری مسلم کے اوراق پر ہے۔ متون احادیث سے فراغت کے بعد اسکے شروح و حواشی کی طرف متوجہ ہوکر عالمانہ و ناقدانہ انداز خطابت میں جواہر پارے لٹاتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ ابھی ابھی امام بخاری و امام مسلم کی مجلس علم سے چلے آرہے ہیں ۔۔۔۔۔

وہ بیک وقت ہزار ہا ہزار احادیث کے حافظ ہونے کے ساتھ راویان احادیث کے بھی حافظ تھے جن کی مثال میں دیوبندی جماعت کا ایک فرد بھی نہیں پیش کر سکتا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

نگہ بلند سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

ان کی درسی و علمی صلاحیتوں کا اندازہ کرنا ہو تو امام المنطق والفلسفہ صدر المدرسین حضرت مولانا الحاج محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری جو حضرت

محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں سے حضرت کی زندہ یادگار ہیں۔ کبھی ان سے شرف نیاز حاصل کیجئے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، کے مطابق شاید کچھ آپ کو اندازہ ہو جائے۔

یہ تو خدائے ذوالجلال کی مشیت ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں سے جو کام لینا چاہے لے لے۔ اگر حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسند تدریس ہی اپنا لیتے تو جس طرح فن خطابت میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا ایسے ہی اس فن میں بھی یکتائے روزگار ثابت ہوتے، مگر قدرت کو ان سے کچھ دوسرا ہی کام لینا تھا چنانچہ وہ امت مسلمہ کی اصلاح کی خاطر پورے ملک پر بادل بنکر جھوم جھوم کر برستے رہے۔

اور جس طرف سے گزر گئے نہ جانے کتنے بھولے بھٹکوں کو سرچشمۂ رشد و ہدایت بنا دیا۔ آج ملک کی بہت سی خانقاہیں انھیں کے فیضان کرم کا نتیجہ ہیں۔ اور لکھو کھا مرد مومن ان کے دامن کرم سے وابستہ ہو کر آن کی آن میں ٹھیکری سے اشرفی بن گئے ——— ایسے ہی جس وقت قلم لے کر بیٹھے تو آسمان صحافت پر بادل بن کر چھا گئے۔ کچھوچھہ مقدسہ کچھ آپ سے دور نہیں ہے۔ بغرض فاتحہ نہ سہی بغرض علاج ہی سہی کبھی ٹہلتے ہوئے چلے جایئے مخدوم زادہ سیدی و مخدومی حسن مثنیٰ میاں انور سے "ماہنامہ اشرفی" کا فائل حاصل کیجئے مگر اس احتیاط سے کہ مجاہد دوراں سیدی و مخدومی حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب سابق ایم پی سے مٹھ بھیڑ نہ ہونے پائے ——— ورنہ . . . .

بہر حال اپنے حدود سے متجاوز ہو کر زبان درازی کی کوشش نہ کیجئے اپنے

منصب کو پہچانئے۔ آپ کے لئے تو مولانا محمد ایوب صاحب ٹانڈوی ہی بہت کافی ہیں۔ حضرت شیر بیشہ اہلسنت، حضرت محدث اعظم ہند اور حضرت مجاہد ملت کی تو گرد راہ تک آپ نہیں پا سکتے۔

یہ تو اپنا اپنا ہے حوصلہ یہ تو اپنی اپنی اڑان ہے
کوئی اڑ کے رہ گیا بام تک کوئی کہکشاں سے گزر گیا

حضرت مجاہد ملت عہد حاضر کے ایسے عظیم رہنما ہیں جن کی علمی و سیاسی بصیرت کا لوہا ایک دنیا مانتی ہے۔ ان کے سینے میں خستہ حال اور آفت زدہ مسلمانوں کے لئے ایک تڑپتا ہوا دل ہے۔ جس کا لازمہ یہ ہے ان کی زندگی کا کچھ حصہ جیل کے باہر کا ہے اور کچھ جیل کے اندر کا ——— چنانچہ اسی کرب و اضطراب کا نتیجہ تھا کہ ۴۷ء کے بعد آج سے برسوں پہلے مولانا حفظ الرحمن ناظم عمومی جمعیۃ العلما دہلی کے نام اپنا صحیفہ گرامی بھیجا تھا جسے آج بھی دہلی جمعیۃ العلما کے فائل میں محفوظ ہونا چاہئے۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہر چند کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اصولی و کلیدی اختلافات ہیں جس کی بنیاد پر ہم ایسے اہل عقیدہ کی تکفیر بھی کرتے ہیں لیکن تباہ حال مسلمانوں کی تباہی کے پیش نظر محض اشتراک عمل کے تحت ایک مشترکہ نصب العین کی داغ بیل ڈالنا چاہتے ہیں۔ (جس خط کو ہینڈ بل کی شکل میں ہزارہا ہزار کی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔) اسکے باوجود جمعیۃ العلماء کان میں تیل ڈال کر خراٹے لیتی رہی اُسے اپنی منفرد قیادت کا غرہ ہے

اسی لئے آج جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے۔

ایک جمعیۃ گرد و صدروں کی گود میں، کبھی ان کی سیج پر کبھی ان کی سیج پر۔ کوئی الجمعیۃ نکالتا ہے تو کوئی "جمعیۃ ٹائمز" بقول آپ لوگوں کے یہ وہی جمعیۃ ہے جسے مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندگی و ترجمانی کا دعویٰ ہے۔ اقتدار کے بھنور میں گھومتی ناچتی ہوئی جمعیۃ جو خود اپنا کنارا نہ ڈھونڈ سکی وہ تلاطم خیز موجوں اور گرداب میں پھنسے سفینوں کو ساحل سے کیونکر ہمکنار کر سکتی ہے اگر لوگوں کا جذبۂ اقتدار لیڈری یونہی اپنے عہد شباب پر رہا تو مسلمانوں کے اس ڈگمگاتے ہوئے سفینے کا خدا ہی حافظ!

بہر حال استاذ الاساتذہ، بحر العلوم، الشیخ طریقت، حضرت مجاہد ملت، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ اپنے وقت کے ایسے عظیم المرتبت فقید المثال، مجاہد جلیل ہیں کہ مستقبل کے مورخ نے اگر حق تلفی و ناحق شناسی سے کام نہ لیا تو ۱۹۴۷ء کے بعد کے رہنماؤں میں یہ نام تاریخ کی پیشانی پر بخط جلی لکھا جائے گا۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، کے تحت ان کی جلالت علم کا اندازہ کرنا ہو تو حضرت مجاہد ملت کے تلمیذ رشید اور میرے استاذ گرامی شمس العلماء حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب قبلہ کے آستانۂ علمی پر کبھی نیازمندانہ حاضری دیجئے جو برسہا برس مدرسہ عالیہ رامپور کی درسگاہ میں منقولات و معقولات کے جواہر پارے لٹا چکے ہیں۔

قاضی، حمد اللہ، صدرہ، شمس بازغہ، شرح چغمنی، شرح اشارات، امور عامہ جیسی کتابوں کو جو پانی پانی کر کے سمجھا دے کبھی ایسے باکمال اہل علم کی چوکھٹ پر آنکھوں کے بل حاضری دیجئے، تب کہیں آپ کو اندازہ ہو گا کہ

آسمان علم وحکمت کے یہی تابندہ ستارے ہیں جن کا سینہ علوم ومعارف کا گنجینہ ہے اور اگر انصاف پسندی کا خون نہ کیا گیا تو اس حقیقت کا اعتراف ایک امر ناگزیر ہوگا کہ خیرآباد کے فلسفہ، بریلی کے تفقہ فی الدین، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فن حدیث اور امام رازی و غزالی کے فن تفسیر کے یہی لوگ رازدں اور وارث وامین ہیں۔ ؎

اے گردش زمانہ کبھی رائیگاں نہ [illegible]
ہیں بہت لطیف ونازک غم دل [illegible]

متفرقات

اصل کتاب سے یہ چند اشارے تھے جو سپرد قلم کر دیئے گئے لیکن آج دو ایک بقلم خود نام نہاد مناظر پیدا ہو گئے ہیں جو اپنی تقاریر، پوسٹر اور ہینڈ بل وغیرہ کے ذریعہ محض سستی شہرت کمانے کی خاطر عوام کو ذہنی خلجان میں مبتلا کر کے مذہبی وملکی فضا مکدر کرتے رہتے ہیں اس لئے ان کے چند سوالات کے جوابات ہدیہ ناظرین ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اہلسنت وجماعت جب اپنی تصانیف وتقاریر میں سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں یا کہتے ہیں تو مکتبہ، دیوبند کے بعض چھٹ بھیے

اس پر سوال کرتے ہیں کہ" رضی اللہ تعالیٰ عنہ" غیر صحابی کو نہیں کہنا چاہیئے۔ یہ تو محض صحابہ کے لئے خاص ہے کہ انھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جائے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
تم قتل بھی کرتے ہو تو چرچا نہیں ہوتا

اب اپنے آنکھ شہتیر ملاحظہ فرمایئے:۔۔۔۔۔۔

"اور چونکہ ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم احیاء سنت میں سعی کرتے اور بدعت کی آگ بجھانے میں مستعد رہتے تھے، اس لئے شیطانی لشکروں کو ان پر غصہ آیا .... اور خطاب وہابیت کے ساتھ متہم کیا۔"

(عقائد علماء دیوبند صفحہ ۶)

اب اُن سے دریافت فرمایئے کہ ان کے مشائخ کون تھے؟ اگر صحابی نہیں تھے اور یقیناً نہیں تھے تو انھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیوں لکھا گیا؟

دوسرا حوالہ ملاحظہ کیجئے:۔۔۔۔۔۔

"اور مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب رضی اللہ عنہما چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔"

(تذکرۃ الرشید جلد اول صہ۲)

اگر "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" محض صحابہ ہی کے لئے خاص ہے تو مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں لکھا گیا۔ یا کوئی ایسی آیت یا حدیث ہاتھ آگئی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اواخر علماء دیوبند کو تو

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لکھا جائے بقیہ کسی اور کو نہ لکھا جائے۔
علاوہ ازیں اگر ہدایہ پڑھنے پڑھانے کا اتفاق ہوا ہو تو ایک بار ہدایہ کا پھر مطالعہ کیجئے اور پتہ لگائیے کہ صاحبِ ہدایہ نے خود اپنے کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے یا نہیں؟ اگر لکھا ہے تو کیوں؟
دوسرا سوال ملاحظہ کیجئے:

اعلیٰحضرت

ایسے ہی جب دُنیا ئے سُنّیت اپنے مقتدائے اعظم تاجدار اہلسُنّت سیدنا امام احمد رضا کو اعلیحضرت کہتی ہے تو علمار دیوبند ناک بھوں چڑھا کر افترا باندھتے ہیں کہ 'دیکھا سنیوں نے اپنے مولانا کو اعلیحضرت کہدیا'؟ کیا خوب! اگر کسی کو اعلیٰحضرت کہنا اتنا ہی جرم دخطا ہے تو اپنے گریبان میں منھ ڈال کر حسب ذیل حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

"ایک دن اعلیٰحضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپکے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ 'اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا'۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد اول ص۳۶)

صفحہ ۳۶ کے حاشیہ سے ص۴۲ تک تقریباً ایک درجن سے زائد مقامات

میں حاجی صاحب کو اعلیٰحضرت لکھا گیا ہے۔ پوری کتاب کی چھان پھٹک کر کے اعداد شماری کی جائے تو سیکڑوں مقامات پر اعلیٰحضرت ملے گا۔ فرمائیے یہ تقسیم کیسی؟

وہی ایک لفظ کہیں کبیدگی کا سبب اور کہیں باعث فخر و مباہات۔

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اور محض اعلیٰحضرت ہی لکھنے پر اکتفا نہیں بلکہ کریلا نیم چڑھا کے مطابق معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سید الکونین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجی صاحب کے مطبخ کا باورچی تک بنا دیا۔ سچ ہے، دیوبندیت جس شجر خبیث کا دوسرا نام ہے اگر اس کے برگ و بار یہ نہ ہوں گے تو اور کیا ہوں گے؟

گویا مولانا گنگوہی حاجی امداد اللہ صاحب کے مہمان ہونے والے تھے، تو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قدم رنجہ فرما کر گنگوہی کیلئے کھانا پکایا۔ خدا مسلمانوں کو پناہ دے ایسی بدعقیدگی اور گندم نما جو فروشوں سے۔

سچ کہا غالب نے ؎

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

تیسرا سوال ملاحظہ کیجئے:

نور مجسّم

ایسے ہی دنیائے سنیت جب اپنے آقا و مولا سید المرسلین شفیع محشر

ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مجسم کہتی ہے تو ایوان دیوبندیت میں بھونچال آجاتا ہے اور گلے کی رگیں پھلا کر شور مچاتے ہیں کہ دیکھا یہ کیسی قیامت ہے کہ ایک بشر کو نور مجسم کہدیا ـــــ ارے ارے ان لوگوں نے رسالت کا ڈانڈا الوہیت سے ملا دیا۔ آیئے اب ان کے گھر کی خبر لیجئے:

"پس بنیظر شیخ وقت اور بے عدیل قطب زماں کی سوانح کوئی لکھے تو کیا لکھے، بھلا جس نور مجسم اور سراپا کمال کا عضو عضو اور رُواں رُواں ایسا حسین ہو کہ عمر بھر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے بھی سیری نہ ہو سکے، اس کے کوئی محاسن بیان کرے تو کیا بیان کرے"

(تذکرۃ الرشید، جلد اول ص۳)

فرمایئے کیا دیسی کالا کوا کھاتے کھاتے مولانا گنگوہی نور مجسم ہو گئے تھے شاید اسی لئے گنگوہی صاحب نے کوّا کو نہ صرف جائز بلکہ اس کے کھانے کو ثواب فرمایا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ کالا کوا کھانے والا نور مجسم ہو جاتا ہے اور اس کے بدن کا رواں رواں ایسا حسین کہ عمر بھر دیکھنے کے باوجود سیری نہ ہو سکے ـــــ

یہ تو وہی کہہ سکتا ہے جسے گنگوہی صاحب کے بدن کا رواں رواں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہو ـــــ!

مگر مجھے تو یہ دریافت کرنا ہے کہ گنگوہی صاحب کو نور مجسم کہنے والوں کو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مجسم کہنے پر اعتراض کیوں؟

کیا محض اس لئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گنگوہی صاحب

کی پسندیدہ و مرغوب خوراک (کالا کوا) کو ثواب تو درکنار جائز بھی نہیں فرمایا۔
چوتھا سوال ملاحظہ فرمایئے :۔

غوث الاعظم

خوش عقیدہ مسلمان جب پیران پیر دستگیر شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث الاعظم کہتے ہیں تو اس پر دیوبندیت چیں بہ جبیں ہو کر منہ چڑھاتی ہے اور طرح طرح کی الزام تراشیوں سے اہلسنت کو مطعون کیا جاتا ہے ——
لیجئے اب انھیں کے خانہ ساز آئینے میں جناب کی تصویر ملاحظہ کیجئے :۔

"قطب العالم، قدوۃ العلماء، غوث الاعظم ....
شیخ المشائخ مولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد صاحب ....."
(تذکرۃ الرشید ص۷)

اب اس مقام پر اس کے سوا اور کیا کہا جائے ؎

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر، وہی بات کہیں ننگ

جب سخن گسترانہ بات آ ہی گئی ہے تو دو چار سوالات اور بھی ملاحظہ فرما لیں، ان کا ایک سوال اور بھی ہے۔

دستگیر

اسی طرح جب سرکار غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیران پیر دستگیر

کہا جاتا ہے تو اس پر بھی جناب کو شکایت ہوتی ہے کہ اس سے عقیدۂ توحید مجروح ہوتا ہے اور جتنے منہ اتنی بات لیجئے۔ اب شیخ تھانہ کے مکتوب بنام شیخ گنگوہ کی ایک سطر ملاحظہ کیجئے

"از کمترین خدام محمد اشرف علی بعالی خدمت سراپا برکت دستگیر درماندگان راہنمائے گم گشتگان حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی رشید احمد صاحب الخ"

(تذکرۃ الرشید صـ ۱۲۴)

فرمائیے یہ کیسی دستگیری ہے؟ "دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست" والی دستگیری ہے یا مدہیٹ والی

تحریف قرآن

بعض کم علم، اَن پڑھ اور نادانوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً یہ ایک ابھرا ہوا سوال ہے کہ سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن میں تحریف کی ہے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

اس سلسلہ میں ملفوظ جلد چہارم صـ ۳۷ کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ ملفوظ میں بجائے 'کتب' کے 'ختم' کی کتابت ہوگئی ہے۔

اوّلاً عقل سے کوسوں دور ہونے والوں کو یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ اگر قرآن میں تحریف ہی معاذ اللہ مقصود ہوتی تو ہم قرآن ہی میں تحریف کرتے یا ملفوظ میں، چنانچہ ترجمہ سیدنا امام احمد رضا اور تفسیر صدر الافاضل علیہما الرحمۃ سے

مزین قرآن حکیم کتابت وطباعت اہلسنت ہی کے پریس ۔ سے متعلق ہے۔
لہٰذا العیاذ باللہ اگر تحریف قرآن مقصود ہوتی تو قرآن کی تحریف قرآن ہی میں کرتے یا کہیں اور ! بایں ہمہ اگر آپ اسے تحریف قرآن ہی قرار دیتے ہیں تو آپ کے شیخ الھنود جو اس شکنجہ میں جکڑے ہوئے ہیں ان کے چھٹکارے کی کوئی راہ نکالئے، جہاں ایک لفظ ہی نہیں بلکہ مستقلاً ایک طویل ٹکڑے کا اضافہ ہے ـــــــــ

حوالہ: ایضاح الادلہ از افادات حجۃ الاسلام مرشد العالم سید الاتقیاء سیدنا و مولانا محمود الحسن شیخ الھند ۔ ناشر کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کا صـ۹۳ ملاحظہ کیجئے جس میں پورے ایک ٹکڑے کا اضافہ ہے۔

"فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول والی اولوالامر منکم"

(ایضاح الادلہ، صـ۹۳)

قرآن مجید میں اس مقام پر" والی اولوالامر منکم" نہیں ہے مگر ایضاح الادلہ میں مکمل اس ٹکڑے کا اضافہ ہے۔
فرمایئے یہ کتابت کی غلطی ہے یا تحریف قرآن ہے
ماھوا جوابکم فھو جوابنا۔

حدائق بخشش ـــــــــ

اپنے کفریات ولغویات پر حجاب و پردہ ڈالنے کے لئے یہ حضرات

نت نئے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اسی کی ایک کڑی حدائق بخشش حصہ سوم ہے، حالانکہ غازی اہلسنت محبوب ملت حضرت مولانا محبوب علی خاں علیہ الرحمۃ جو اس کے مرتب ہیں اور سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وصال کے بعد اس کی طباعت ہوئی۔ اس کے متعلق مرتب علیہ الرحمۃ کا اعلان شائع ہو چکا ہے۔ اس اعلان کی اصل ملاحظہ فرمایئے اور پورے انشراح صدر سے ہماری حق پرستی کو داد دیجئے ——

۲۷ ذی الحجۃ الحرام روز چہار شنبہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۵۵ء

(ضروری)۔ اس صفحہ ۳۷ میں غلط ترتیب شعری سے اشعار شائع ہو گئے تھے جس کا اعلان فقیر کئی بار کر چکا اور اپنی توبہ استغفار کا اظہار و اعلان ۱۰ جولائی ۱۹۵۵ء کے ہفتہ وار "الوارث" میں اور ۲۴ جولائی کو ماہنامہ "سُنّی" لکھنؤ اور ۱۰ اگست ۱۹۵۵ء کو مزید شرح و وضاحت کے ساتھ "انقلاب" میں ہو چکا، پوسٹر بھی ہو چکا۔ پھر فقیر نے حدائق بخشش حصہ سوم کی اشاعت بند کرنے کا اعلان کیا اور کتابیں منگائیں اور جو دستیاب ہوئیں، ان میں سے اس ورق کو نکالا اور اب یہ دوسرا ورق چھپوایا ہے۔ اب جن کے پاس تیسرا حصہ ہو وہ جلد از جلد اس کا ورق نکال کر یہ ورق منگالیں اور کتاب میں چسپاں کرلیں۔

(دستخط) فقیر محبوب علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہٗ

صفحہ ۳۸ کی بھی عبارت ملاحظہ کیجیے: ـــــــ

"یہاں پر اُمّ زرع اور اُمّ زرع کی سہیلیوں کے حال سے متعلق اشعار تھے جن کو لوگوں کی غلط فہمی و اشتباہ کی وجہ سے فقیر نے اُن شعروں کو حذف کر دیا، مسلمان یاد رکھیں۔

فقیر محبوب علی رضوی لکھنوی غفرلہٗ

حق و صداقت کی اس سے زیادہ منہ بولتی تصویر اور کیا ہو سکتی ہے۔ ابھی آپ طفل مکتب ہیں آپ کو اس کی خبر ہی نہیں کہ ہنگامی دَور میں بمبئی کے ایک وفد نے مولانا ابوالکلام آزاد سے اسی مسئلہ میں ملاقات کی تھی جس کے جواب میں آزاد صاحب نے کہا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک سچّے عاشقِ رسُول گزرے ہیں میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان سے او رتوہین نبوّت ہو۔ چنانچہ یہ کہکر آزاد صاحب نے اس وفد کو واپس کر دیا۔

قلم اُٹھانے سے پہلے حالات و واقعات سے اپنی بے خبری کی برہنہ تصویر بھی آپ کو دیکھ لینا تھا ـــــــ!

حدائق بخشش پر تو جناب کی نظر پڑ گئی۔ "الامداد" کی حسب ذیل عبارت بھی ملاحظہ کیجیے: ـــــــ

"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر (اشرف علی تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا میرا (اشرف علی) کا ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا کہ کمسن عورت ہاتھ آئے گی، اس مناسبت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

> حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زائد تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھی، وہی قصہ یہاں ہے۔"
>
> (رسالہ الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۵ھ)

اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو میری کتاب "خون کے آنسو" جلد اول ص ۲۱۲ / ۲۱۳ ملاحظہ فرمائیے۔

مندرجہ بالا عبارت میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عزت و حرمت سے کھیل کھیلا گیا ہے لیکن آج تک یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس سے توبہ کی جائے۔

ہَوا اُکھڑ گئی

الملفوظ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد چہارم ص ۳ کی ایک عبارت پر ہنگامہ آرائی ہے۔ جو واقعہ بادہ شمال سے متعلق ہے۔ اس کے متعلق جناب کا یہ کہنا ہے کہ یہ صرف ایک من گڑھت کہانی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

لہٰذا جناب سے کہنا ہے کہ نہ تو اختراع ہے اور نہ ہی افسانہ و کہانی اس کا حوالہ دیکھنا ہو تو "سیرت حلبیہ" ملاحظہ فرمائیے ورنہ مناظر اہلسنت حضرت مولانا الحاج محمد رضوان الرحمٰن صاحب قبلہ مفتی مالوہ کی طرف رجوع کیجئے۔ بحمد اللہ، اس موضوع پر موصوف نے بہت ہی علمی و تحقیقی گفتگو فرمائی ہے اس لئے اب

لہ سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۲۸ و عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قالت الصبا للشمال اذھبی بنا ننصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان الحرائر لا تھب بالیل فغضب اللہ علیہا فجعلہا عقیما فقال ابن عباس فکان نصرۃ صلی اللہ علیہ وسلم بالصبا)

اس عنوان پر مزید تفصیل کی حاجت نہیں۔

رہ گیا یہ سوال کہ خدا نے بادشمال کو چلنے کا حکم دیا اور اس نے انکار کر دیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ سیدنا امام احمد رضا نے خدا کو مجبور کر دکھایا کہ ہوا نے خدا کی بات نہ مانی۔

اگر جناب کی اصطلاح میں مجبوری اسی کا نام ہے تو انا عرضنا الامانۃ الخ کے بارے میں جناب کیا فرمائیں گے جس میں اس امر کی صراحت ہے کہ ہر ایک نے اس امانت کے لینے سے انکار کر دیا تو کیا وہاں بھی خدا مجبور رہا۔ ایسے سجدہ آدم کے متعلق جناب کا کیا ارشاد ہے۔ اگر ابلیس لعین نے انکار کر دیا تو کیا اس کا حاصل و خلاصہ یہ ہوگا کہ خدا مجبور محض ہے۔

عقل کے ناخن لیجئے اور ہوش کا دامن تھامیئے، ابھی منھ سے چھٹی کے دودھ کی بو آرہی ہے، آپ اور سیدنا امام احمد رضا پر سوالات یہ منھ اور مسور کی دال، اسی لئے آپ حضرات کے سوالات پر ہمارا مطالبہ ہے کہ جب تک دیوبند کا دار الافتار (قاری طیب وغیرہ) اس کی تصدیق نہیں کرتے اس وقت تک ہم اس کو کسی قسم کی کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں۔

رہ گیا آپ کا سوال قتل انبیاء کے متعلق اس کی بابت اتنا اشارہ کافی ہے کہ اگر نبی و رسول کا فرق آپ نے سمجھ لیا اور قرآن کی دوسری آیات کو جمع کر کے اس کے چھان پھٹک کی کوشش کی تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے شبہات تار عنکبوت سے بھی زائد کمزور ثابت ہوں گے اور آپ لوگ اس

حقیقت کے اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے جس کی نشاندہی سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما چکے ہیں۔

اختتام گفتگو پر ایک بات آپ سے بھی دریافت کرنی ہے کہ واقعہ یاد شمالی سے متعلق میں نے آپ کو دُرِ منشور کا پتہ بتا دیا۔ اب اگر زحمت نہ ہو تو تقویۃ الایمان کی حسب ذیل عبارت کا حوالہ فراہم کیجئے:

"پھر اللہ آپ ایسی باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا ایمان ہو گا مر جاویں گے......... سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔"

(تقویۃ الایمان ص۳۷)

بس مجھکو اسی کا حوالہ چاہیئے۔ ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین۔

بدعت

ہم اہلسنت پر بات بات میں الزام بدعت لگانے والے اپنی آنکھ کا شہتیر ملاحظہ کریں

مولانا گنگوہی کا خط مولانا تھانوی کے نام!

"آپ (تھانوی) نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی ہیں، کاش ایضاح الحق الصریح آپ دیکھ لیتے یا براہین قاطعہ کو ملاحظہ فرماتے۔"

(تذکرۃ الرشید جلد اول ص۱۳۰)

جبکہ آپ کے مولانا تھانوی نے بدعت کا مفہوم نہیں سمجھا تو پھر آپ جیسے طفل مکتب وغیر خوارسے کیا توقع ہو سکتی ہے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے:۔

"لہذا طبیبان باطن نے کچھ اس میں قیود بڑھائیں اور کمی و زیادتی اذکار کی کی۔ گویا کہ حصول مقصود ان قیود پر موقوف ہو گیا تھا لہذا ایجاد بدعت نہ ہوا بلکہ اگر کوئی ضروری کہہ دیوے تو بجا ہے کیونکہ حصول مقصود بغیر اس کے دشوار ہوا اور وہ مقصود مامور بہ تھا، اس کا حاصل کرنا بر تبہ خود ضروری تھا پس گویا قیود مامور بہ ہوئیں نہ بدعت۔"

(تذکرۃ الرشید جلد اول صـ۱۳۱)

گنگوہی صاحب کی اس عبارت کو بار بار پڑھیئے اور بدعت سے متعلق اپنی دھاندلی اور اپنے خرافات کا اندازہ کیجئے کہ ایجاد بندہ ہونے کے باوجود اسے بدعت نہیں بلکہ ضروری کہا جائے گا ـــــ بلکہ اسے مامور بہ کہا جائے گا۔

مگر حیرت تو یہ ہے کہ اذکار کی کمی و زیادتی سے متعلق گنگوہی صاحب کا نظریہ تو یہ ہے مگر محفل میلاد شریف سے متعلق دماغ کا پارہ اتنا گرم ہے کہ اپنے پیر صاحب تک کی خیریت دریافت کر لی۔ ملاحظہ فرمایئے:ـــــ

"البتہ اس میں شک نہیں کہ ہم نے اہل مولودین سے آج تک کسی کو متبع سنت نہیں دیکھا۔ فقط والسلام ـــــ مورخہ

"۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ ہجری"۔ (تذکرۃ الرشید جلد اول ص۱۲۹)

فرمایئے اب حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق کیا ارشاد ہے آیا وہ متبع سنت تھے یا نہیں؟ چونکہ ان کا معمول تھا کہ وہ ہر سال محفل میلاد شریف منعقد کرتے اور قیام میں کیف ولذت محسوس کرتے۔ حوالہ کے لئے فیصلہ ہفت مسئلہ دیکھئے۔

تھانوی صاحب کی ایک بدعت ملاحظہ کیجئے:

"سچ عرض کرتا ہوں کہ حضور[ؐ] کی رضا کو دلیل قبول و وسیلۂ نجات سمجھتا ہوں"۔

(تذکرۃ الرشید)

معلوم ہوا تھانوی صاحب کو اللہ اور اُس کے رسول کی رضا سے کوئی تعلق نہیں تھا، محض گنگوہی صاحب کی رضا نجات کے لئے کافی تھی — شخصیت پرستی کی یہ منہ بولتی مثال ہے۔

کاش دوسروں کی آنکھ میں تنکا دیکھنے والے کبھی اپنے آنکھ کا شہتیر بھی دیکھ لیتے ——

اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے کہ عاشق الٰہی میرٹھی نے یہ لکھا:

"واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے"۔

حوالہ خون کے آنسو میں ملاحظہ کیجئے۔

یاد رہے یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے محض اہل دیوبند کا عقیدہ ہے۔

ؐ۔ یعنی گنگوہی صاحب۔

دیوبند کا نیا مذہب

"جن کو مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے ....
واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے اور ان سب کو
مذہب قرار دیا جائے" ـــــ (المھند ص۳)

اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ فرمایا ہے وہ دیوبند کا مذہب نہیں
ہے بلکہ مولانا خلیل احمد نے جو کچھ فرمایا وہ ان کا مذہب ہے۔
اس لئے اس کو دین محمدی نہیں بلکہ دین انبیٹھوی کہا جائے گا۔

نماز میں تھانوی صاحب کا تصوّر

"نماز میں جی نہ لگنے کا مرض بہت پرانا ہے لیکن کبھی یہ تجربہ ہوا ہے
کہ عین حالت نماز میں جب کبھی بجائے اپنے جناب کو یا......
کو نماز پڑھتے فرض کر لیا تو اتنی دیر تک نماز میں دل لگ گیا،
لیکن مصیبت یہ ہے کہ خود یہ تصور بھی عرصہ تک قائم نہیں رہتا
بہر حال اگر یہ عمل محمود ہو تو تصویب فرمائی جائے ورنہ آئندہ
احتیاط رکھوں"

جواب ملا "محمود ہے جب دوسروں کو اطلاع نہ ہو ورنہ سم قاتل ہے"
ـــــ (حکیم الامت ص۵۴)

اب اس آئینے میں صراط مستقیم کی عبارت کا تجزیہ کیجئے۔ آخرش

یہ کیا طرفہ تماشہ ہے کہ رسول خدا کے خیال لانے سے نماز جاتی رہے اور مولانا کے تصور میں ڈوب جانے کو محمود قرار دیا جائے۔

کفر کی گن مشین

"مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہوگیا۔ مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین کافر ہیں اور چونکہ مدرسہ ان ہی دونوں کا مشن ہے، اس لئے مدرسۃ الاصلاح، مدرسہ کفر و زندقہ ہے اور اس کے تمام متعلقین کافر و زندیق ہیں، یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں۔" (حکیم الامت ص۴۷۵)

ے خطا داران کو سمجھا تھا قصور اپنا نکل آیا

فرمائیے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ساتھ آپ حضرات کا برتاؤ کیسا ہے؟ مولانا تھانوی کے فتوے پر عمل ہے یا اسے نذر آتش کر دیا

اس کی تفصیل میری کتاب "سیف نظامی" اور "یہ جونٹی چلی بہرائچ" میں آرہی ہے۔

متفرقات کے تحت یہ محض چند اشارے ہیں، انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ اب جو کتابیں زیر ترتیب ہیں، ان میں سے کسی ایک میں ان مسائل کو سمیٹنے کی کوشش کروں گا۔

اختتام گفتگو پر اس امر کی مزید وضاحت کئے دیتا ہوں اختلافات کی

سطح وصایا شریف، الملفوظ اور مرثیہ گنگوہی نہیں ہے۔ ورنہ اتنا تو سبھی جانتے ہیں کہ سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالے عنہ فاتحہ کے قائل تھے۔ لہٰذا انھوں نے فاتحہ کی وصیت فرمائی۔ لیکن علماء دیوبند اس کے قائل نہ تھے اس لئے مولانا قاسم نانوتوی نے مرنے سے پہلے لکڑمی طلب کی چنانچہ لکھنؤ سے لکڑی لائی گئی اور مولانا حسین احمد ٹانڈوی نے مرنے سے پہلے سردہ مانگا اور لاہور سے سردہ منگایا گیا۔

دونوں کا فرق بہت واضح ہے، چونکہ فاضل بریلوی مطمئن تھے بعد وصال فاتحہ ہوتی رہے گی، لہٰذا اس وسیلے سے آپ نے غرباء و مساکین وغیرہ کی رعایت فرمائی اور فاتحہ میں عمدہ اور اچھی چیزوں کو شمار فرمایا۔

لیکن نانوتوی اور ٹانڈوی کو اس کا یقین تھا کہ مرنے کے بعد تو کچھ ملے گا نہیں لہٰذا جو کھانا ہے مرنے سے پہلے ہی طلب کرلو۔ ایک لکڑی لکڑی پکار رہا تھا دوسرا سردہ سردہ بغیر لکڑی اور سردہ کے جان اٹکی ہوئی تھی اور وہاں اطمینان کامل تھا۔

لہٰذا ایسے مباحث کچھ اساسی و بنیادی نہیں قرار پاتے۔ مثلاً مرثیہ گنگوہی کا ایک شعر ہے ؎

مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

غور کیجئے تو اس میں کیسا تضاد ہے۔

"مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا" — خیال فرمایئے جب

زندوں کو مرنے ہی نہیں دیا تو مردوں کو زندہ کرنے کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے ۔۔۔ ؟ زندہ تو جب کرتے جبکہ لوگ مرے ہوتے اور جب مرنے ہی نہیں دیا تو اب زندہ کسے کیا جا رہا ہے ؟

بہر حال یہ ایسے مباحث ہیں جن کی طرف توجہ دلائی جا سکتی ہے۔ لیکن اسے بنیاد نہیں قرار دیا جا سکتا، البتہ دوسرے مصرع میں حضرت مسیح علیہ السّلام کو چیلنج ہے اور اس میں کھل کر توہین نبوّت ہے جو زبان یا شعر و ادب کی غلطی نہیں ہے بلکہ اس سے اپنا ایک بنیادی عقیدہ مجروح ہوتا ہے جو یقیناً قابلِ گرفت اور لائق مواخذہ ہے ؎

پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے ا

عورت ہونیکی آرزو

تھانوی صاحب کے چہیتے مرید کی دلچسپ آرزو ملاحظہ فرمائیے :

"مرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتی تو حضور کے نکاح میں اس اظہار محبت پر حضرت والا (تھانوی صاحب) غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لیگئے۔ یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملے گا، ثواب ملیگا" (اشرف السوانح جلد ۲ صہ ۳۸)

نوٹ : اس کے سوا اور کیا کہا جائے " اللہ نے ملائی جوڑی ایک اندھا ایک کوڑھی گویا ثواب جناب ہی کے تجوری کی دولت ہے جسے دونوں ہاتھوں سے تقسیم فرما رہے ہیں ۔

بیہودہ اظہار خیال پر بجائے تنبیہہ و سرزنش کے ثواب تقسیم کرنا، تھانوی صاحب ہی کا حصہ تھا۔

نئی نویلی دولھن

دیوبندیوں کے قطب عالم غوث ربانی جناب رشید احمد صاحب گنگوہی کا ایک خواب ملاحظہ فرمائیے:-

"آپ (یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی) ایک مرتبہ خواب بیان فرمانے لگے کہ مولوی محمد قاسم کو میں نے دیکھا کہ دولھن بنے ہوئے ہیں اور میرا نکاح ان کے ساتھ ہوا، پھر خود ہی تعبیر فرمائی کہ آخر اُن کے بچوں کی کفالت کرتا ہی ہوں۔" (تذکرۃ الرشید جلد دوم ص۲۸۵)

دوسرا خواب

"مولوی رشید احمد گنگوہی نے ایک بار ارشاد فرمایا، میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم دولھن کی صورت میں ہیں اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن و شوہر میں ایک دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے، اسی طرح مجھے ان سے اور انھیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے۔"
(تذکرۃ الرشید، جلد دوم ص۲۸۹)

اس کی پوری تفصیل میری کتاب "خون کے آنسو" میں ملاحظہ فرمائیے۔

خانقاہ گنگوہ — اب تک تو خواب تھا۔ اب حالتِ بیداری کی

ایک درد انگیز داستان ملاحظہ فرمایئے اور اندازہ کیجئے کہ ان کے مدرسوں اور خانقاہوں میں کیا ہوتا ہے۔

حسن و عشق کی برہنہ تصویر!

"حضرت والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحب وعم محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا یہاں ذرا لیٹ جاؤ، حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے مگر حضرت گنگوہی نے پھر فرمایا، تو بہت ادب کے ساتھ چیت لیٹ گئے، حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا قاسم نانوتوی کی طرف کو کروٹ لیکر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھدیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے اور مولانا قاسم نانوتوی ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو، یہ لوگ کیا کہیں گے حضرت گنگوہی نے فرمایا لوگ کہیں گے کہنے دو۔" (ارواح ثلثہ ص ۲۸۹)

ایک جلیل القدر پیغمبر کی توہین یعنی ٹانڈوی امام اور ابراہیم خلیل مقتدی

"حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور متصل ایک دوسرے کمرے

میں کتب خانہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتب خانہ سے ایک مجلد کتاب اٹھائی جس میں دو کتابیں تھیں، ایک کتاب کے ساتھ دوسری کتاب تھی، وہ خطباتِ جمعہ کا مجموعہ تھا اس مجموعہ خطب میں وہ خطبہ نظر انور سے گذرا جو مولانا حسین احمد مدنی مدظلہ خطبہ جمعہ پڑھا کرتے ہیں، جامع مسجد میں بوجہ جمعہ مصلیوں کا بڑا مجمع ہے۔ مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل علیہ السّلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا۔ تو حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا، مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدار میں نماز جمعہ ادا فرمائی فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ حَمْدًا كَثِيرًا كَثِيرًا۔"

(شیخ الاسلام نمبر ص۱۶۳، کالم ۳-۴)

رسول خدا کی توہین

" ایک دن اعلیٰحضرت (یعنی دیوبندیوں کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج نے فرمایا کہ اُٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اسکے مہمان علماء ہیں، اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔"

(تذکرۃ الرشید ص۴۶)

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! رسول دشمنی کا یہ کیسا گھنونا جذبہ ہے کہ اپنے خانہ سا

مولویوں کی عظمت منوانے کے لئے محبوب کبریا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مطبخ کا باورچی بنایا جارہا ہے۔ یہ محض خداوند قدوس کی ڈھیل ہے، ورنہ تمہاری بھٹکا دہ پرستی صورتوں کو........ کی شکل میں مسخ کردیا گیا ہوتا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انھیں گنگوہی صاحب کے لئے معاذ اللہ کھانا پکا رہے تھے جو خانقاہ گنگوہ کی بھری محفل میں نانوتوی صاحب سے معاشقہ فرماتے، سچ کہا کہنے والے نے ؏

خدا جب دین لیتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے

دیوبند کا نیا مذہب

> "اس کا (یعنی تقویۃ الایمان) کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے"
>
> (فتاویٰ رشیدیہ، جلد اول ص۱۱۵)

دیوبندی دھرم میں قرآن وحدیث کا رکھنا اور پڑھنا اسلام نہیں ہے، بلکہ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا اسلام نہیں ہے بلکہ عین اسلام ہے۔

دیوبندیوں کے نزدیک شیطان کا علم رسول خدا کے علم سے وسیع ہے

جس ایمان سوز عبارت پر علماء عرب وعجم نے علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے اب اصل عبارت ملاحظہ فرمایئے:

> "الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط

زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(براہین قاطعہ ص۵۱)

یا للعجب! شیطان کے لئے جو وسعت علم آپ کا ایمان و دھرم قرار پائے وہی مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کر شرک ہو جائے، اگر شرم و غیرت کی کوئی رمق باقی رہ گئی ہو تو اس عبارت کو بار بار پڑھ کر اپنی کھوئی ہوئی غیرت کو آواز دیجئے۔

یہی وہ کفری عبارت ہے جس کی مدافعت میں سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالص الاعتقاد میں نکیر وارد فرمائی ہے،

حاصلِ گفتگو

میں نے زیر مطالعہ کتاب اِنکشافات میں ٹانڈوی صاحب کی حقّہ نامی کتاب کے مغلطات وغیرہ سے صرفِ نظر کر کے ان غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کی ہے جو اس کتاب کے مطالعہ سے ہو سکتی تھی۔ اکابر علماء اہلسنّت پر

جو بے بنیاد الزامات لگائے گئے، حق و انصاف کی ترازو پر تول کے میں نے ان کی ریشہ دوانیوں کے بخیئے اُدھیڑ دیئے ہیں اور ناظرین کے رُو برو میں حق و باطل کی منھ بولتی تصویر رکھدی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں میں نے الزامات کے قریب قریب تحقیقی اور الزامی دونوں جوابات دیئے ہیں، چونکہ یہ ایک کتاب کا جواب ہے اسلئے ان تمام عبارات کو اس میں سمو نہیں سکا جس جس پر ان کے سوالات ہیں۔

اس عنوان پر میری کتاب **سیف نظامی** زیر ترتیب ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ اپنے عنوان پر ایک مستقل کتاب ثابت ہوگی جس میں اُن کو تُرکی بہ تُرکی جواب دیا گیا ہے اور وہ اپنے زور دلائل میں وہ کتاب خود اپنی آپ مثال ہوگی۔

تحفہ میں علماء اہلسنت پر کافر سازی کی بھی تہمت لگائی ہے۔ میں نے قصداً اس عنوان سے گریز کیا ہے۔ چونکہ اس کی تفصیل میری کتاب **"چیونٹی چلی بہرائچ کو"** میں آرہی ہے۔

اس کتاب سے متعلق کچھ لکھنے کا ارادہ نہیں تھا جس کا تذکرہ پیش لفظ میں ہو چکا ہے لیکن احباب کا تقاضا اور اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی پر ایک سوالیہ نشان تھا جس کی وجہ سے قلم برداشتہ جو کچھ ہو سکا اسے حاضر کر دیا گیا۔

ناظرین سے اتنی گزارش ہے کہ کتاب کو جستہ جستہ دیکھنے کے بجائے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تاکہ شکوک و شبہات کے